قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاهد من جاهد نفسه (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیق دوراں مجدد طریقت مجتہد فی التصوف بحر علوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے۔ اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

عہد رسالت اور صحابہ کرامؓ کے دور میں جس طرح دین کے دوسرے شعبوں تفسیر، اصول، فقہ، کلام وغیرہ کے نام اور اصطلاحات وضع نہ ہوئی تھیں۔ ہر چند کہ ان کے اصول و کلیات موجود تھے۔ اور ان عنوانات کے تحت یہ شعبے بعد میں مدون ہوئے۔ اسی طرح دین کا یہ اہم شعبہ بھی موجود تھا۔ کیونکہ تزکیہ باطن خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں شامل تھا۔ صحابہ کی زندگی بھی اس کا نمونہ تھی۔ لیکن اس کی تدوین بھی دوسرے شعبوں کی طرح بعد میں ہوئی۔ صحابیت کے شرف اور لقب کی موجودگی میں کسی علیحدہ اصطلاح کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کیلئے متکلم، مفسر، محدث، فقیہہ اور صوفی کے القاب استعمال نہیں کئے گئے۔ اس کے بعد جن لوگوں نے دین کے اس شعبہ کی خدمت کی اور اس کے حامل اور متخصص قرار پائے گئے۔ ان کی زندگی زہد و اتقاء اور خلوص و سادگی کا عمدہ نمونہ تھیں۔ ان کی غذا بھی سادہ اور لباس بھی موٹا جھوٹا اکثر صوف وغیرہ کا ہوتا تھا۔ اس وجہ سے وہ لوگوں میں صوفی کے لقب سے یاد کئے گئے اور اس نسبت سے ان سے متعلقہ شعبہ دین کو بعد میں تصوف کا نام دیا گیا۔ قرآن حکیم میں اسے تقویٰ، تزکیہ اور خشیۃ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور حدیث شریف میں اسے "احسان" سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اسے دین کا ماحصل قرار دیا گیا ہے۔

نبوت کے دو پہلو ہیں اور دونوں یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے جبکہ انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا۔ جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

نبوت کے ظاہری پہلو کا تعلق تلاوت آیات اور تعلیم و تشریح کتاب سے ہے۔ اور اس کے باطنی پہلو کا تعلق تزکیہ باطن سے ہے جن نفوس قدسیہ کو نبوت کے صرف ظاہری پہلو سے حصہ وافر ملا وہ مفسر، محدث، فقیہ اور مبلغ کے ناموں سے موسوم ہوئے اور جنہیں اس کے ساتھ ہی نبوت کے باطنی پہلو سے بھی سرفراز فرمایا گیا۔ ان میں سے بعض غوثیت، قطبیت، ابدالیت اور قیومیت وغیرہ کے مناصب پر فائز ہوئے مگر ان سب کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے اللہ اور بندے کے درمیان علاقہ قائم رکھنے والی چیز اعتصام الکتاب والسنۃ ہے یہی مدار نجات ہے۔ قبر سے حشر تک اتباع کتاب و سنت کے متعلق ہی سوال ہوگا۔

ماخوذ دلائل السلوک صہ ۱۴ ۱۵ از حضرت مولانا اللہ یار خان رح

جلد ۸ | مئی ۱۹۸۷ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ | شمارہ ۹

ماہنامہ المرشد

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

بیاد

حضرت العلام مولانا

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ

مدیر مسئول

پروفیسر حافظ عبد الرزاق

ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی

مدیران اعزازی

اکرام اللہ جان قاسمی

ملک عبد الغفار

بدل اشتراک

چندہ سالانہ ـــــــ ۵۰ روپے

ششماہی ـــــــ ۳۰ روپے

فی پرچہ ـــــــ ۵ روپے

سول ایجنٹ

اویسیہ کتب خانہ

الوہاب مارکیٹ اردو بازار

لاہور

نویسندگان: قاضی اقبال حسین خوشنویس شاہدرہ ٹاؤن

اس شمارہ میں

۱	اداریہ	مدیر	۲
۲	باتیں انکی خوشبو خوشبو	حضرت شیخ المکرم رح	۵
۳	اسرار التنزیل	حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی	۷
۴	روزے کے روحانی تقاضے	حضرت مولانا ابو الکلام آزاد	۱۸
۵	اصلاح باطن	ابن محبوب سبحانی	۲۲
۶	ہدایات برائے متعکفین	حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی	۳۹
۷	دوزخ ارضی	نظام صدیقی	۴۴
۸	دیرینہ سالہ پیرے	ڈاکٹر حامد	۵۳
۹	نورانیت کا معیار	حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی	۵۶

طابع و ناشر حافظ عبد الرزاق مطبوعہ اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور، مقام اشاعت دار العرفان منارہ ضلع چکوال

اداریہ

بے شک سائنس کی مدد سے انسان نے نہ صرف اپنی راحت اور سہولت بلکہ اپنے اور اس دنیا کی ہلاکت کے ایسے ایسے سامان تیار کر لئے ہیں اور کرتا جا رہا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا مگر اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان بحیثیت انسان جتنا دکھی اور پریشان اس دور میں ہے اتنا کبھی نہیں ہوا۔ آرام و راحت کا ہر سامان مہیا ہونے کے باوجود انسان سکون کے لئے ترس گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ آرام کا تعلق انسان کے جسم سے ہے اور سکون و اطمینان کا تعلق اندر کے انسان سے ہے۔ لہذا جب تک اس اندر کے انسان کے لئے آرام و راحت کا سامان میسر نہ آئے سکون ملنا محال ہے۔

انسان نے اس حصول سکون کے لئے اپنی عقل سے ہر ممکن تدبیر اختیار کی مگر اس کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ مثلاً اس نے سوچا کہ دولت کی فراوانی سے سکون میسر آ سکتا ہے۔ لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا ہے کہ جن اقوام اور ممالک میں دولت کی ریل پیل ہے۔ وہاں کے باشندے کبھی نہ صرف سکون و راحت کے حصول کے لئے دربدر مارے پھرتے ہیں

پھر یہ سوچا گیا کہ اقتدار ملے تو سکون و اطمینان میسر آ سکتا ہے۔ مگر مہذب انسان نے دیکھ لیا کہ زمانہ حال کے ایک ہمہ مقتدر بادشاہ نے حکومت و اقتدار سے دستبرداری کا اعلان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اطمینان اس میں بھی نہیں مل سکتا۔

پھر انسان سکون و اطمینان کی تلاش میں کبھی پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرتے ہوئے برف کے ڈھیروں میں ہمیشہ کی نیند سو رہا ہے۔ کبھی اپنی پریشانیوں کو بھلا دینے کے لئے ہیروئن کے مرغولوں میں اپنے آپ کو دفن کر رہا ہے کبھی کمزوروں کو ایٹم بم، میزائل اور راکٹ چلا کر تباہ کر رہا ہے۔ مگر اسے رات کو سونے کے لئے خواب آور گولیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتا ہے۔ تو بلٹ پروف گاڑیوں کی اوٹ تلاش کرتا ہے۔

کیا واقعی یہ دنیا انسان کے لئے پریشانی اور مصیبت کا گھر ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ بنانے والے نے تو یہ دنیا نہایت حسین بنائی ہے۔ اس میں بڑی جاذبیت ہے۔ رعنائی ہے۔ عیش ہے آرام ہے۔ لطف ہے کیف ہے لیکن اگر یہ سب کچھ ہے تو کس کے لئے ہے؟ انسان کو میسر کیوں نہیں آتا۔

اس کی ایک بنیادی وجہ ہے جسے انسان اصولاً خود اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ہر مشینری کا ہی اس کے استعمال کا صحیح طریقہ بھی جانتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ایجاد کے ساتھ اس کا طریقہ استعمال ایک ہدایت نامہ کی صورت میں اس مشینری کے ساتھ دیتا ہے۔ اگر اس کے بتائے ہوئے طریقہ سے بے نیاز ہو کر من مانی کی جائے تو وہی مشین کارآمد ثابت ہونے کی جگہ وبال جان بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے مرسیڈیز ایک قیمتی اور بڑی آرام دہ گاڑی ہے۔ اس کے مقابلہ میں فوکس کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن آدمی یہ کہے کہ جب فوکسی کے انجن میں پانی نہیں ڈالا جاتا تو مرسیڈیز جو اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ اس میں تکلف کیوں کیا جائے۔ آدمی کو یہ فیصلہ کرنے کی تو آزادی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اسکی مرسیڈیز اس کو آرام پہنچانے کی بجائے باعث پریشانی بنے گی۔ لہٰذا کوئی آدمی ایسی حماقت کرتے ہوئے نہ دیکھا گیا ہے۔ نہ سنا گیا ہے۔

یہی وہ اصول ہے جسے پس پشت ڈال کر انسان نے اس حسین دنیا کو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے جہنم بنا کے رکھ دیا ہے۔ وہ اس کے موجد سے بے نیاز بلکہ اس کے خلاف ہو کر سینکڑوں نظامہائے زندگی ایجاد کر چکا ہے مگر ہر نظام پہلے سے بڑھ کر وجہ پریشانی بنتا رہا ہے۔ کاش انسان کبھی اس کائنات کے موجد اور اپنے خالق سے ہی پوچھ کے دیکھتا کہ کیا تیرے پاس بھی کوئی تدبیر ایسی موجود ہے جسے اختیار کرنے سے مجھے سکون واطمینان کا سانس لینا نصیب ہو سکے۔ لیکن وہ تو ایسا کریم ہے کہ پوچھے بغیر ہی آج سے صدیوں پہلے اس نے جو تدبیر بتائی تھی وہ جوں کی توں موجود ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا اس نے جب پہلا انسان اس کرۂ ارض پر بسایا تھا۔ اسے تسلی دی تھی۔ کہ تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے یہ اجنبی دنیا ہوگی۔ مگر پریشان نہ ہونا وہاں سکون وراحت سے زندہ رہنے کا ڈھنگ اور سلیقہ میں خود وقتاً فوقتاً سکھاتا رہونگا۔ اور واقعی وہ اپنا وعدہ پورا کرتا رہا چنانچہ اس کا آخری ہدایت نامہ اس پر شاہد ہے کہ اس نے انسان کی رہنمائی کا پورا پورا اہتمام فرمایا۔ اور اس کی شہادت کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ اس آخری ہدایت نامہ میں بھی اس تدبیر کو شاہی اعلان کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

یعنی جو انسان اپنی زندگی بھر یہ دو اصول اپنائے رکھے گا ہم یقیناً اسے عیش و آرام اطمینان و سکون سے زندہ رکھیں گے۔

اعلان مختصر سا ہے مگر اتنا مفصل کہ زندگی کا ہر پہلو اسکی لپیٹ میں آگیا۔ پہلے وہ دو شرطیں سمجھ لینی چاہئیں

اوّل یہ کہ انسان کے دل کی گہرائیوں میں اس امر کا یقین موجود ہو کہ میں اس کا خالق مالک معبود، رب اور بادشاہ ہوں، اس یقین کو ایمان کہتے ہیں اور اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ انسان عملاً اس کا بندہ، محکوم، مطیع اور فرمانبردار بن کر زندگی بسر کرے۔ اس کو اصلاح میں عمل صالح کہا جاتا ہے۔ مگر یہ کون بتائے گا کہ عمل صالح کیا ہے۔ اس کی صورت اور کیفیت کیا ہو اس کے لئے اس نے دوسرے مقام پر ایک اصول بتا دیا اور وہی عمل صالح ہے۔ ارشاد ہے۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ یعنی میرا یہ آخری رسول جو کرنے کے لئے کہے وہ کرو جس سے روکے رک جاؤ پس عمل صالح کیا ہوا؟ ہر وہ بات ہر وہ کام ہر وہ رویہ ہر وہ حرکت، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے اس کا نام عمل صالح ہے۔

پھر اس اعلان میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت اس اصول کو جو اپنائے گا۔ اسے حیات طیبہ سے حصہ وافر دینے کی ہم ضمانت دیتے ہیں۔ پھر اس اعلان کی زبان میں دو باتیں اور ہیں اوّل یہ کہ صیغہ واحد متکلم یعنی "میں" کی جگہ جمع متکلم یعنی "ہم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو شاہی اقتدار اور اختیار کا آئینہ دار ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ ہو کے رہے گا۔ دوم یہ کہ نون تاکید ثقیلہ استعمال ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ جب احکم الحاکمین اعلان کر رہا ہے اور بڑی تاکید سے اعلان کر رہا ہے تو اس میں شک وہی کر سکتا ہے۔ جو اس احکم الحاکمین کی عظمت، اور اختیار سے واقف نہ ہو۔ مگر آج کا انسان مہذب انسان سائنٹیفک ذہن کا انسان ایٹمی دور کا انسان اس حقیقت پر یقین کرنے کے لئے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا کبھی ایسا ہوا بھی ہے؟ زمانہ قبل از تاریخ کو تو جانے دیجئے۔ انسانی تاریخ کے اوراق پلٹ کے دیکھئے۔ وہ ادوار بھی سامنے آئیں گے۔ جو انسان کی پریشانی بیکسی اور بے بسی کے دور ہیں، اور وہ وقت بھی سامنے آئے گا۔ جب انسان واقعی انسان کہلانے کا مستحق تھا۔ کیا آپکو یاد ہے۔ کہ جس نے خالق انسان کے اس اعلان کو اپنی زبان مبارک سے انسانیت تک پہنچایا تھا اس نے ایک دن یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک دن آئے گا کہ ایک اکیلی عورت صنعا سے پیدل چل کر اپنے ہاتھوں میں سونا اچھالتی آئے گی۔ اور اسے کسی کا خطرہ نہیں ہو گا۔ یہ ہے سکون و اطمینان کی زندگی کا ایک منظر جس کا داعی المرشد ہے۔

مگر آج کیا ہے؟ انسان جنگل میں تاریک رات کو درندوں سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا بجلی کی روشنی میں متمدن شہروں میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ یعنی آج کا انسان درندوں سے کہیں زیادہ خطرناک بن چکا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو ارضی دوزخ ملاحظہ کریں۔ اللہ کریم ایسی تہذیب و تمدن سے پناہ عطا فرمائے۔ آمین۔

(مدیر)

باتیں انکی خوشبو خوشبو

حضرت شیخ المکرم رحمتہ اللہ علیہ

ترتیب
محمد اسلم عادل ایم اے، ایم ایڈ

فرمایا:۔

ذکر الٰہی موقوف ہے تقوے پر اور تقوے باب ہے۔ ذکر نہی کا اور ذکر الٰہی باب ہے کشف کا۔ اور کشف باب ہے فوز کبیر کا جو معرفت الٰہی ہے۔ شیطان تو اپنے داؤ استعمال کرتا ہے۔ مگر اس کی تدبیریں کمزور ہیں۔ بشرطیکہ مقابل میں بندۂ خدا ہو۔ بندۂ ھوٰی نہ ہو۔

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا

شیطان کا فسوں ذکر الٰہی سے فوراً دفع ہو جاتا ہے۔ اور اللہ والوں پر اس کا تسلط نہیں ہوتا۔

فرمایا:۔

ذکر الٰہی اور ذکر کثیر کے لئے قرآن مجید میں متعدد آیات ملتی ہیں۔ کہیں ذکر اسم ذات کی تاکید ہے۔ اور کہیں ذکر قلبی کی تلقین کی گئی ہے۔ جو کر کثیر اور ذکر دائمی کی واحد صورت ہے۔

فرمایا:۔

ذکر جہری لسانی کے مقابلہ میں ذکر قلبی کو فضیلت حاصل ہے۔ ذکر دوزخ کی آگ سے نجات دلانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صبح و شام ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور صبح و شام ذکر نہ کرنے و [illegible] نقل ثابت ہے۔ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں جو ذکر کرایا جاتا ہے۔ وہ ذکرِ قلبی ہے۔ اور صبح و شام کرایا جاتا ہے۔ ذکر کی یہ صورت ذکر خفی ہے یا پاس انفاس۔

فرمایا۔

فرمان باری ہے" اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے۔ جو صبح شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔

اس آیت کے حصہ مَعَ الَّذِیْنَ سے اجتماع ذکر اور حلقہ ذکر کا ثبوت ملتا ہے۔

فرمایا:۔

ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے۔ جس پر مغفرت کا اعلان کیا جاتا ہے اور کسی عبادت پر نہیں مجالس ذکر قائم کرنا ایسا محمود عمل ہے کہ ملائکہ کرام مجالس ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ملائکہ اور ذاکرین میں مناسبت ہے۔

وسیلۂ صلحاء اور صحبت مشائخ کا محمود ہونا ثابت ہے۔ ذاکرین کی جماعت میں شمولیت سے کبھی بدکار نجات حاصل کر لیتا ہے۔

اولیاء اللہ کی ذراسی صحبت ایماندار آدمی کو جنتی بنا دیتی ہے۔

فرمایا:۔

توجہ کی غرض غفلت کو دور کرنا اور نور ایمان کو تیز کرنا ہوتا ہے۔

مجاہدات اور ریاضت کے ذریعے سالہا سال اتنا فائدہ نہیں ہوتا جو شیخ کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

شیخ کی توجہ کے بغیر محض مجاہدات سے منازل سلوک طے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ سلوک اور تصوف القائی اور انعکاسی عمل ہے۔

توجہ کے لئے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اس اعتراض کی گنجائش نہیں کہ ابوطالب پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصرف کیوں نہ کیا۔

سوال:۔

کیا یہ علم غیب نہیں کہ کشف سے دل کی بات معلوم کر لی جائے؟

فرمایا۔

الجواب:۔

اس کو کشف قلوب کہا جاتا ہے اور یہ علم غیب نہیں۔ کیونکہ علم غیب کی تعریف یہ ہے۔ کہ اس کی ابتداء اور انتہا دنہ ہو۔ ذاتی ہو۔ اور کسی واسطہ سے حاصل نہ ہو مگر اولیاء کا علم ذاتی نہیں۔ بلکہ کشف و الہام کے واسطے سے ہوتا ہے۔ قدیم نہیں حادث ہے۔ حضوری نہیں حصولی ہے۔

فرمایا۔

عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیانی عرصہ کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ اس عالم میں جو حالت پیش آتی ہے۔ اسے حالت برزخی کہتے ہیں۔ اس میں میت پر دونوں جہانوں کے حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔

فرمایا۔

زندہ انسان ارواح کی کلام سن سکتا ہے

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وذَارُوكَ ان يتغن وناكَ الَّاهُرو!...

......بل هم اضل سبيلا ـ (۲۵ : ۱م)

اللہ جل شانہ کی ساری مخلوق میں انسان ایک ایسی گوناگوں اوصاف سے سجی ہوئی مخلوق ہے کہ جتنے کمالات باقی مخلوق میں منتشر نظر آتے ہیں، وہ بھی اور کچھ ان سے سوا بھی اس کے اندر موجود ہیں، کچھ خصوصیات رب العالمین نے اس میں ایسی رکھ دی ہیں جو دوسری مخلوق میں نہیں ہیں۔ ان گوناگوں کمالات نے اسے اپنے ہونے کا احساس دلایا اور ان کے مقابلے میں ایک وصف رب کریم نے اندر رکھا ہے وہ ہے معرفت باری کی استعداد کا اگر اسے معرفت باری نصیب ہو جائے تو پھر اپنے ہونے کو اپنی حیثیت کو اپنے کمالات کو اپنی خوبیوں کو اللہ جل شانہ کی طرف منسوب کر کے اس کی عظمت کا معترف ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ کمال نصیب نہ ہو تو پھر اس کے ہر ہر فرد میں اپنے ہونے کا احساس اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی دوسرے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔

چونکہ دوسرے حیوانوں میں انسانیت کے علاوہ چوپایوں درندوں میں یہ شعور نہیں آپ ان کی دنیا کو دیکھیں تو ہر ہر حیوان صرف اپنے وجود کا قائل ہے صرف اپنی ضروریات کو سوچتا ہے صرف اپنی حفاظت تک۔ اس کی سوچ محدود ہے اور جس کا اپنا پیٹ بھر جائے وہ* صرف اپنا پیٹ بھرنا چاہتا ہے۔

جب انسان بھی اللہ کی معرفت سے آشنا نہ رہے یا اس شعور کو زندہ و بیدار نہ کر سکے تو یہ انسانیت سے گر کر اسی سطح پہ چلا جاتا ہے اب اس کی ساری سوچ اس کا سارا عمل صرف اس کی اپنی ذات کے گرد گھومتا ہے۔ جب یہ اس جگہ پہنچتا ہے تو پھر اس کی بینائی اس کی شنوائی اس کے احساسات انسانی سطح پر کام نہیں کرتے وہ محض حیوانی سطح پر کام کرتے ہیں اپنی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہوتے ہیں ان عظیم مقاصد کے

* وہ دوسروں کی فکر نہیں کرتا بیٹھ کر جگالی کرتا ہے۔ جو خود بھوکا ہو وہ دوسروں کے حصے کی پرواہ نہیں کرتا وہ

لئے یا اُن عظمتوں کے لئے جو انسانیت کا حصہ ہیں۔ اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ اور اتنا اندھا ہوتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ کمالات ظاہری ہوں یا باطنی حسن صورت ہو یا حسن سیرت، کمالِ حسن کا نام ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائے حسن کا نام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ وہ بہ اعتبار صورت کے ہو یا بہ اعتبار قد و قامت کے ہو بہ اعتبار گفتگو اور بیان کے ہو یا بہ اعتبار سیرت و اخلاق کے ہو بہ اعتبار نبوت، و رسالت کے ہو کسی پہلو سے بھی آپ آئیں تو جہاں مخلوق کے کمالات یعنی وہ کمالات جنہیں مخلوق حاصل کر سکتی ہے۔ ختم ہوتے ہیں۔ اس مقام سے جس کے کمالات کی ابتدا ہوتی ہے وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جرأت و دلیری ہو سخاوت ہو حق گوئی ہو کوئی بھی اخلاقی کمال ہو عمل میں کوئی کمال ہو زبان اور بیان کا کوئی کمال ہو صورت شکل قد و قامت کا کوئی کمال ہو بالوں کا حسن ہو یا دانتوں کی خوبصورتی آنکھوں کا بیان ہو یا گلگونہ عارض جس سمت سے بھی جس پہلو سے بھی کوئی آئے حسن کی انتہا کا نام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن جب انسان انسانیت سے گرتا ہے تو پھر اُسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یہ بھی پھبتیاں سوجھتی ہیں۔ اور اللہ کریم فرماتے ہیں۔ دیکھئے انہیں۔

وإذا رأوك .... هزوا۔ فرمایا میرے محبوب، ان کا حال دیکھیں آپ کو دیکھ کر مذاق کرتے ہیں۔ اور بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں أهذا الذي بعث الله رسولا۔ دیکھئے ذرا اسی شخص کو خدا نے رسول مبعوث کر دیا ہے۔

اور پھر نگاہ میں جو ٹیڑھا پن ہوتا ہے اُس کی مثال یہ ہوتی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان کاد لیضلنا عن آلهتنا کہ بھائی قریب تھا یہ ہمیں اپنے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا ہے لولا ان صبرنا علیها اگر ہم اپنی اس بات پر استقامت نہ دکھاتے جم نہ جاتے تو اس نے تو ہمیں تباہ کر دیا تھا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وسوف يعلمون حين يرون العذاب .... سبيلا یہ تو چند لمحوں کی بات ہے۔ سانس کی ڈوری ہے آیا نہ آیا تو حقائق سامنے آ جائیں گے۔ اور خود انہیں تسلی ہو جائے گی کہ کون گمراہ ہے اور کون حق پہ ہے۔ لیکن یہ بات بڑی عجیب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود آپ کی رسالت پر سب سے بڑی دلیل ہے قرآن کریم نے مختلف پہلوؤں سے جہاں نبوت

کے اور مختلف دلائل بیان فرمائے ہیں وہاں حضور کی ذات اقدس کو یعنی خود آپ کو آپ کی نبوت پر دلیل پیش فرمایا ہے اور بڑے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان سے کہہ دو میرے حبیب کیا میں نے اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ تم میں لبسر نہیں کیا۔ کیا تم میرے بچپن میرے لڑکپن میری جوانی سے واقف نہیں ہو۔ کیا میرا بچپن میرا لڑکپن میری جوانی میری نبوت پہ گواہی کے لئے کافی نہیں ہے کیا اتنے روشن اتنے واضح اور اتنے عظیم اور اتنے عظمتوں کے امین نہیں ہیں کہ مجھے نبوت سجتی ہے۔ اور انکار کے باوجود کفار مکہ کو بھی ایک بات بڑی کھٹکتی تھی یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ حضور جو کہتے ہیں غلط ہے۔

حرم کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے تو ایک مشرک نے کہا کہ میں نے ایک گھوڑا پال رکھا ہے۔ ایک وچھیرا ہے میرے پاس اور اس کی میں خصوصی تربیت کر رہا ہوں مکئی کے دانے کھلاتا ہوں روز۔ اور جب وہ جوان ہوگا میں اسی پہ سوار ہو کر تجھے قتل کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انشاء اللہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ یہ بات ہوئی بیت اللہ شریف میں اس کے بعد ہجرت ہوئی اس کے بعد بدر کا معرکہ ہوا اُحد کے دن وہی شخص اسی گھوڑے پہ سوار حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف نیزہ پھینکنا چاہا اس سے پیشتر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی سے نیزہ لے کر اس کی طرف پھینکا اس کی خود کی جھالر میں اٹکا۔ اور گردن کو چھیلتا ہوا نکل گیا معمولی سی خراش لگی کیونکہ وہاں خود کی جھالر تھی اس پر پھسلتا ہوا نکل گیا اور ایک لکیر جس میں سے خون بھی جاری نہیں ہوتا لکیر سی بن گئی اب وہ شخص چلاتا تڑپتا ہوا گھوڑے سے گر گیا اس کی چیخوں سے میدان بھر گیا اس کے دوست احباب بھاگ کر آئے اسے اٹھا کر پیچھے لے گئے تو جب اسے الٹ پلٹ کر دیکھا تو ایک معمولی سی خراش تھی لیکن وہ چیختا تھا انہوں نے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ نیزے نے تیری گردن چھید دی ہے لیکن یہ تو جتنی ناخن سے خراش آجاتی ہے۔ اتنی سی خراش ہے تو شور مچائے جا رہا ہے اس نے کہا دکھ مجھے ہے درد مجھے ہے تکلیف مجھے ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کسی نے آگ بھر دی ہے اور تم دیکھنا میں مکے زندہ نہیں پہنچ سکوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ارے اس خراش سے کوئی مرا کرتا ہے۔

اس نے کہا کہ خراش سے مرنے والی بات نہیں ہے۔ اس شخص نے مجھے حرم مکہ میں کھڑے

ہو کر کہا تھا میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس کی بات رائیگاں نہیں جاتی۔ زخم قاتل ہے یا نہیں ہے جب اس نے کہہ دیا ہے تو وہ ہو کر رہے گا۔ اور وہی ہوا وہ اثنائے راہ میں واصل جہنم ہو گیا۔

محققین فرماتے ہیں کہ ساری انسانیت میں بدترین اور ننگ انسانیت اور بدقسمت ترین وہ شخص ہے۔ جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں قتل ہوا۔

اس عجیب کیفیت کو آپ کیا کہیں گے ایک طرف اُسے اتنا یقین ہے کہ جو بات اس شخص کے منہ سے نکلتی ہے وہ بالکل سچی ہوتی ہے۔ اُس کے خلاف کبھی وقوع پذیر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور دوسری طرف آپ کے دعوئی نبوت پر آپ کے ساتھ مذاق کرتا ہے آپ کے ساتھ استہزا کرتا ہے۔ کہتے کہ دیکھو یہ شخص کہتا ہے کہ مجھے خدا نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ذرا اس شخص کو دیکھو اس کی حثیت کو دیکھو اور اس کی باتیں سنو۔

تو کیا یہ عجیب بات نہیں ہے۔ یہ کوئی فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ ایسا کیوں ہے جب اس حد تک یقین ہے ایک شخص کو تو وہ ایمان کیوں نہیں لاتا اس کے منہ سے تو جو نکلتا ہے حق ہے وہ مانتا کیوں نہیں اس لئے نہیں مانتا کہ اُس کی

محض عقل حیوانی سوچتی ہے۔ کہ جو حضور کی لب مبارک سے نکلا اُس کے مطابق زندگی بھر وقوع پذیر ہوتا رہا کبھی آپ نے خلاف واقع کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی تو عقل حیوانی میں یہ بات راسخ ہے کہ جو وہ کہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ لیکن انسانیت کے مقام سے وہ خود گر چکا انسانی سوچ کی اُس سے کوئی توقع ہی نہیں وہ صرف اپنی ذات کے گرد گھومتا ہے اور یہ بات سمجھتا ہے کہ اگر میں اس کو نبی تسلیم کر لوں گا۔ تو میری انا مجروح ہوگی مجھے اس کا اتباع کرنا ہوگا۔ اس کے پیچھے چلنا ہوگا کم از کم اپنے سے تو اس کو بڑا ماننا ہوگا۔ اور یہی بات ہے جسے وہ ماننا نہیں چاہتے تھے۔

اور اس کو دوسرے انداز میں قرآن حکیم نے اسی طرح سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ پوری بحث ارشاد فرما کر ارشاد ہوتا ہے۔ أرايت من تتخذ الٰهه هواه ۔ دیکھا آپ نے ان لوگوں کو ان کی خواہشات نفس ہی ان کا معبود ہیں یعنی انہوں نے جن باتوں کا نام مذہب رکھا ہوا ہے جن باتوں کو یہ اپنا ورثہ کہتے ہیں جن باتوں کو یہ اپنی تہذیب اور تمدن کہتے ہیں ہر چیز کہ ساری ان کی انا کی تسکین کا باعث بن رہی ہیں اس لئے انہوں نے قبول کر رکھا ہے اور جہاں ان کی انانیت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ وہ بات قبول کرنے کو تیار

نہیں ہوتے۔

یعنی وہ منصب وہ مقام جو خالق کائنات کا تھا وہ عظمت جو اُس کا حصہ تھی انہوں نے اپنی خواہش نفس کو دے رکھی ہے اور ان کا معبود انہی کی خواہشات ہیں۔

یہ نہ سمجھیں کہ یہ بات صرف کافر میں ہوتی ہے مومن میں نہیں ہوتی یہ بات انسانیت کی ہو رہی ہے ہر انسان میں یہ اوصاف ہوتے ہیں اب ایمان کیا ہے۔

ایمان اس اقرار کا نام ہے کہ میرا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے میں نہیں ہوں بلکہ میرا وجود میرا علم میری تقریر میرے سجدے میری نمازیں میرا ذکر میری دولت میرا مال میرا اقتدار میرا وقار یہ سب کیا ہے اللہ کی عظمت کے مختلف مظاہر ہیں چھوٹے چھوٹے اُس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے اس کے علاوہ میری کوئی حثیت نہیں میرا وجود ہے تو اُس کی صنعت کا نمونہ ہے۔ میرا عقل وشعور ہے تو اُس کی عطا کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے میری قوت میرا اقتدار میرا وقار اگر کوئی دنیا میں حکمران بھی ہے تو اُس کی وہ قوت وہ حکومت کیا ہے اللہ جل شانہ کی عطا کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

اور وہ خود کیا ہے خود وہ کچھ نہیں اس کا نام ہے ایمان اور یہ کہاں سے نصیب ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے آپ فرماتے ہیں۔

انا سید ولد آدم ولا فخر او کما قال

رسول اللہ صلی تعالےٰ علیہ وسلم فرمایا جس قدر اولاد آدم ہے جتنی جنس انسانیت ہے اُس سب کا میں سردار ہوں پھر ارشاد ہوتا ہے یہ فخر کی بات نہیں ہے یہ بھی اُس کی عظمت کا مظہر ہے۔ یہ بات فخر کے لئے نہیں کی جا سکتی۔

جب انسان کو دولت ایمان نصیب ہوتی ہے۔ یہ دو جملوں میں ہے۔ ایک ہے۔ لا اله الا اللہ سب سے پہلے ہر اُس اکائی کی نفی کر دینا ہے جو اپنے وجود کو ظاہر کرنا چاہتی ہے۔ جو اپنی حثیت منوانا چاہتی ہے کہ میں بھی ہوں تو سب سے پہلے مومن اُن تمام اکائیوں کی نفی کر دیتا ہے جب کہتا ہے لا اله کوئی بھی اس قابل نہیں ہے کہ اسے مستقل وجود تسلیم کیا جائے۔ اگر کسی وصف کو کسی کمال کو کسی وجود کو آپ وجود بالذات اور مستقل تصور کر لیں تو آپ نے گویا اُس کی الوہیت تسلیم کر لی اله کیا ہوتا ہے وہ وجود وہ ہستی جو اپنے ہونے میں دوسرے کی محتاج نہ ہو۔ لائق عبادت کون سی ہستی ہے باقی سب کیوں اس کی عبادت کریں اس لئے کر باقی سب اپنے ہونے میں اُس کے محتاج ہیں*

*اور وہ اپنے ہونے میں کسی کا محتاج نہیں تو وہ چونکہ اپنا وجود باقی رکھنے کے لئے اس کے محتاج ہیں۔

اس لئے اُس کی طرف نیازمندانہ رُخ کریں اسی کا نام عبادت ہے۔

تو یہ پہلے لا کا خط کھینچتا ہے کہتا ہے کہ اللہ کوئی بھی وجود بذات ہے ہی نہیں قائم بذات کوئی ذرہ نہیں۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے میرے بھائی یہ تو ایک بہت بڑی کائنات کا وجود موجود ہے اور تو نے سب پر ایک سرخ لکیر کھینچ دی کہتا ہے یہ صرف اور صرف اُس ایک وجود کے مظاہر قدرت ہیں جو قائم بذات ہے اور وہ ہے الا اللہ یعنی حقیقتاً ہونا اُس ایک کے لئے ہے باقی ما و شما کیا ہیں اُس کے کرنے سے قائم ہیں ورنہ ہمارا ذاتی کوئی کمال نہیں۔

اتنی بڑی بات کہاں سے جانی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حقیقت مجھے اُس ہستی نے پہنچائی ہے جس کا ہر حرف حقیقتوں کا سمندر ہے۔ یہ اتنا وزنی ہے۔ اتنا وزنی پتھر ہے۔ کہ انسان کی انا کو دبا دیتا ہے۔

لیکن یاد رہے جب تک انسان اس دنیا میں موجود ہے اُس کی یہ مادی خصوصیات جسم سے خارج نہیں ہو جاتیں دب جاتی ہیں۔ رہتی اندر ہی ہیں جب اخلاقیات عالیہ آتے ہیں مثلاً جب کوئی سچ بولنا شروع کر دیتا ہے تو اُس میں سے جھوٹ بولنے کی طاقت منفی نہیں ہو جاتی ہر سچ بولنے کے لئے اُس کو اپنے جھوٹ بولنے کی طاقت پہ قابو پانا پڑتا ہے۔ جب کوئی روزے رکھنا شروع کر دیتا ہے تو اُس میں سے پانی کی طلب بٹ نہیں جاتی ہر روزہ رکھنے کے لئے ہر سحری کو نیا عزم زندہ کرنا پڑتا ہے میں آج پھر پیاس برداشت کروں گا جب کوئی نمازیں شروع کرتا ہے تو ترک صلوٰۃ کی عادت ختم نہیں ہو جاتی ہر نماز کے لئے نیا ارادہ کرنا پڑتا ہے تب نماز قائم رہ سکتی ہے یہ مثالیں میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ہر شخص کے تجربہ میں ہے۔ جب کوئی ذکر کرنا چاہتا ہے تو ہر ذکر کے لئے نیا عزم لینا پڑتا ہے ورنہ فرار کی وہ عادت نفس میں موجود رہتی ہے۔ دب جاتی ہے ضائع نہیں جاتی۔

حتیٰ کہ انسانی مزاج برزخ میں بھی ایسا ہی رہتا ہے میدان حشر میں بھی ویسا ہی رہے گا۔ حشر کے بعد جب جنت والے جنت میں جائیں گے تو اُن کے مزاج بدل جائیں گے۔ دوزخ میں جائیں گے تو اُن کا مزاج دوزخ والوں جیسا ہو گا۔ میدان حشر تک جنت و دوزخ کے داخلے تک وہی مزاج رہتا ہے۔ جو دنیا میں موجود تھا۔

تو گویا یہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک بہت بڑا ہمالہ ہے اپنی انا پر رکھ دیا اور وہ کہیں سے نظر نہیں آتی جدھر سے گھوم کر آؤ اللہ

کی عظمت ہی نظر آتی ہے اپنا وجود نظر نہیں آتا لیکن کیا یہ انانیت مرگئی۔ مرتی نہیں ہے یہی غلط فہمی ہے پھر یہ اسی پتھر سے لپٹ کر اسی پہاڑ میں سے راستہ بنا کر پھر اپنی کونپلیں پھر اپنی شاخیں پھر اپنے پتے نکال لیتی ہے۔

اگر آپ کسی گھر درے سے پودے پر بڑا وزنی پتھر رکھ دیں تو اس کی پتلی باریک، شاخیں اس پتھر کے ساتھ لپٹتی لپٹاتی کبھی نہ کبھی کسی کونے کھدرے سے پھر سر نکال لیتی ہیں۔ چونکہ یہ مرتی ہی نہیں۔ تو پھر یہ لاشعوری طور پر جب اسی عظیم چٹان سے لپٹ کر نکلتی ہیں تو بعض اوقات انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہ اسی چٹان کا حصہ ہیں اس وقت اس کی انانیت اس کا معبود بن جاتی ہے۔ وہ چٹان تو مظہر تھی عظمت معبود کا آپ یہ اکاس بیل کی طرح اس کے ساتھ لپٹ کر جب اوپر نکلی تو ہوتا یہ ہے کہ کام کرتا ہے نفس کی خواہش کی تکمیل کے لئے اور اس کا نام رکھتا ہے دین۔ اور سمجھتا نہیں ہے کہ دین میں اور میرے کردار میں یہ اکاس بیل حائل ہو چکی ہے وہ چٹان جس کے نیچے میں نے اسے دبا دیا تھا وہ اوجھل ہوتی جا رہی ہے

اگر تو اللہ کریم شعور عطا فرمائیں اور دستگیری فرمائیں اور انسان اس طرف دیکھتا رہے خود تنہائی میں بیٹھ کر یک و تنہا ہو کر اپنے افکار اپنے کردار کو کبھی سوچے میں جو کچھ کر رہا ہوں جو کچھ لوگوں سے کہہ رہا ہوں کیا اس ساری محنت سے میں ان سب سے اپنا آپ منوانا چاہتا ہوں یا اللہ کی عظمت اگر تو اللہ کی عظمت منوانا چاہتا ہے تو سود و زیاں سے بالا ہو گا۔ ریا کی ضرورت نہیں ہو گی کوئی خوف کوئی ڈر کوئی اندیشہ نہیں ہو گا۔

اور اگر اللہ کے نام کی آڑ میں اپنے آپ کو کسی پر مسلط کرنا چاہتا ہے یا اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے یا اپنی آرزوؤں کا نام دین رکھا ہوا ہے تو ہر ہر سجدے کے ساتھ اندیشہ ہو گا خوف ہو گا وہم ہو گا۔ اگر چہ نہیں جانتا تب بھی کر تو چوری رہا ہے اور اس کا اثر اس کے لاشعور پر اس کے اندر ہو گا۔ اگر تو یہ شعور زندہ رہے پھر اس کی کانٹ چھانٹ ہوتی رہتی ہے جدھر سے کوئی پتہ نکالتی ہے آدمی پھر اسے کاٹ دیتا ہے۔

وہ جو کسی نے فرمایا تھا۔

غیر حق یک ذرہ کاں مقصود تست
تیغ لا بر کش کہ او معبود تست

اللہ کی رضا کے علاوہ اگر کوئی رائی برابر شے تیرا مقصود بن گئی تو فوراً تجھے لا کی تیغ سے تباہ

کر دینا ہو گی۔ کیونکہ وہ تیرے معبود کی جگہ لے رہی ہے۔

معصوم کون ہوتا ہے وہ وجود جس میں خواہش گناہ رکھی ہی نہ گئی ہو۔ اور یہ مقام انہیں نصیب ہوتا ہے مکالمہ باری کی وجہ سے اگر اتنا تقدس نہ ہو تو اللہ سے شرف ہم کلامی نصیب نہیں ہو سکتی یہ اللہ کے کلام کی عظمت ہے کہ جسے نصیب ہوتا ہے اسے تمام مصائب سے بالاتر کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کافر کے حق میں ارشاد کرتا ہے لا یکلمہم اللہ کفر اتنی بڑی مصیبت ہے کہ کبھی ابدالاباد اللہ کا کلام سننا انہیں نصیب نہیں ہو گا۔ ان سے خدا مخاطب نہیں ہو گا خطاب نہیں فرمائے گا۔ بلاواسطہ یا براہ راست خطاب نصیب ہو جائے تو تمام مصائب سے بالاتر کر کے تمام محاسن عطا کر دیتا ہے اس لئے اہل جنت کو جنت میں یا حشر میں جنہیں نصیب ہو گا انہیں تمام مصائب تمام نقائص سے بالاتر کر دے گا۔ انبیاء کو چونکہ زندگی میں نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ان تمام نقائص و مصائب سے بالاتر ہوتے ہیں۔

غیر نبی صحابی ہو ولی ہو بڑے سے بڑا آدمی ہو شہید ہو صدیق ہو ان سب کو حفاظت الٰہیہ نصیب رہتی ہے جب تک یہ متوجہ الی اللہ رہیں نبی معصوم ہوتا ہے ولی محفوظ ہوتا ہے یعنی خواہش گناہ وجود میں ہوتی ہے۔ ارتکاب گناہ سے خدا حفاظت فرماتا ہے اور یہ لوگ محفوظ ہوتے ہیں محفوظ تو کوئی تب تک ہی رہے گا۔ جب حفاظت کرنے والے کے ساتھ وابستہ رہا۔

جب بھی ادھر سے ہاتھ چھوٹ گیا حفاظت اٹھ گئی اور قرآن کریم میں اس کی بڑی واضح مثالیں موجود ہیں مثلاً گناہ کی خواہش تو انبیاء میں ہوتی نہیں باقی تمام خواہشات کھانے پینے کی ہو جرات دلیری یہ ساری چیزیں سوتے جاگتے کی خواہش و ضرورت سب چیزیں نبیوں میں بھی موجود ہوتی ہیں۔

آپ دیکھیں موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اللہ نے کہ آپ یہ اپنا عصا یہ لاٹھی پھینک دیں تو انہوں نے جیسے وہ لاٹھی پھینکی۔ فاذا ھی حیۃ تسعیٰ۔ اور وہ متحرک بھاگنے دوڑنے اور یہاں وہاں کرنے لگا۔ فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈر گئے حالانکہ ان کو پتہ تھا کہ میں نے لاٹھی پھینکی ہے اور اللہ نے اسے سانپ بنایا فرمایا آپ اسے پکڑ لیں ڈریں نہیں تو وہ ڈرنا کیوں تھا۔ جب کہ جانتے تھے اس کی حقیقت۔ جب وہ جانتے تھے کہ لاٹھی پھینکی معجزے کے طور پر سانپ بن گئی اور خدا نے مجھے

معجزہ دیا تو پھر ڈر محسوس کرنے کی کیا ضرورت تھی کہہ دو کہ وہ خصوصیات بشری میں سے ہے ۔ کہ آدمی ڈر جائے۔

یعنی وہ خصوصیات اولو العزم رسول کے وجود سے زائل نہیں ہوگئیں اُن میں موجود رہیں جب خدا نے کہہ ہی دیا کہ جائیے فرعون کے پاس اس سے بات کریں تو کہا کہ خدایا کہیں وہ میری بات سننے سے پہلے ہی نہ میرا سر کاٹ دے مجھ سے بڑا خفا ہے ۔ حالانکہ اتنی سی بات تو اللہ کا نبی بھی جانتا تھا کہ میرے ذمہ تعمیل ارشاد ہے ۔ وہ سنے نہ سنے کاٹ دے نہ کاٹے وہ جانے خدا جانے لیکن خصوصیات بشریت میں جو باتیں ہیں اور گود میں حضرت ابراہیم آپ کا چھوٹا بچہ جو وفات پا چکا تو گود میں رکھے ہیں ۔ آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہیں تو فرماتے ہیں ۔ ارشاد ہوتا ہے ابراہیم تیری جدائی میں میرا دل دکھی ہے لمحزونون حزن دل کے صدمے کو کہتے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ تو صبر کی تلقین فرماتے ہیں ۔ ارشاد ہوتا ہے یہ ایک باپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ بیٹے کے بچھڑنے کا حزن ہو۔

تو جو جو خصوصیات انسانی ہوتی ہیں یہ وجود سے نکل نہیں جاتیں خواہش گناہ یا اپنی انا کی پرستش اپنی ذات کے گرد گھومنا یہ خواہش تو انبیاء میں ہوتی ہی نہیں لیکن کسی بھی غیر نبی کے دل سے نکل نہیں جاتی دب جاتی ہے تو تا دم واپسین اس کی خبر گیری کرنی پڑتی ہے اگر یہ کہیں سے کلی نکال لے تو پھر ہزار برس کی عبادت کو اتنی سی بات پر کھو دیتی ہے کہ انا خیر منہ خلقتنی من النار و خلقتہ من طین۔

کہاں وہ سجدوں کا تقدس کہ فرشتوں پہ سبقت لے گیا ؎

زراہ تفاخر بہ فوج ملک
گہے بر زمین بود گہے بر فلک

کہاں وہ تقدس کہ اس کے سجدوں نے اس کے ذکر اذکار نے اس کی عبادت نے اس کے مجاہدہ نے اسے وہ تقدس دیا کہ اسے اس مخلوق کا بھی امیر ٹھہرایا کہ نوری مخلوق ہے جس میں نقص ہے ہی نہیں گناہ کا مادہ ہی نہیں ہے یہ اپنے وجود کے اندر گناہ کا مادہ رکھنے کے باوجود اتنا شفاف اتنا منزہ ہوگیا کہ ان کا بھی امیر کہلایا لیکن یہی پودا جب اس پتھر کے نیچے سے نکل آیا تو محسوس نہ کر سکا فوراً کہہ اٹھا انا خیر منہ کہہ بیٹھی تو تو اب تک اپنی نفی کرتا رہا ہے تیرا تو ہر سجدہ اس بات پر گواہ تھا کہ میں نہیں تو ہے آج تو کہتا ہے میں ہوں ۔

تو گویا کسی مقام پر کسی منصب پر کسی درجے پر پہنچ کر کسی شخص کو بے فکر نہیں ہونا چاہیئے۔ کہیں نہ کہیں سے یہ پھر سر نکالتی ہے تو انسان کو صرف کلمہ پڑھ کر مطمئن نہیں ہو جانا چاہیئے بلکہ اس کو ان دو عظیم جملوں کے گرد ساری زندگی گھومتے رہنا چاہیئے۔ چوکیدار کی طرح کہ کوئی الائش تو ان میں نہیں پھوٹ رہی۔

اور یہاں حال یہ ہے یہ تو بڑے دور کی بات ہے اور یہاں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جانتے ہی نہیں لا الٰہ الا اللہ کیا ہے اور محمد رسول اللہ کیا ہے۔ عمریں بیت گئیں کوئی ان دو جملوں کے معنی تک پوچھنے کی زحمت نہیں کرتا۔

علماء کا یہ حال ہے کہ جمعہ کے روز لوگ مسجد میں جاتے ہیں انہیں کوئی بات سنانے کے بجائے وہاں بھی وہی قوالیاں وہی شعر و شاعری سُروں کا زیر و بم اور بے سُرا زیر و بم وہاں بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی بیان کرنے پر آ جائے گا۔ تو پھر سوائے ان لوگوں کے جو سننے پر آ گئے دوسروں پہ کفر کے بم برستے ہیں سارا دین یہ بیان ہوتا ہے۔

دین صرف انہی دو جملوں میں ہے اور یہ دو جملے اتنے عظیم ہیں چونکہ اہل عرب کی مادری زبان میں نازل ہوئے تھے تو کافر بھی ان کا مفہوم سمجھتے تھے اسی لئے قبول نہیں کرتے تھے کہ اگر ہم یہ دعوٰہ کر لیں یہ بات قبول کر لیں تو پھر ہمارا اپنا وجود نہیں رہتا پھر ساری عظمتیں اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں ہم تو پھر نہ ہونے کے برابر ہو جاتے ہیں اور ہم لوگ جاننے کی زحمت نہیں کرتے اس لئے ہم کلمہ بھی پڑھ لیتے ہیں اور ہمارا کردار کافروں جیسا ساری عمر ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ ایک شخص بڑے آرام سے جھوٹ بھی بولتا ہے بد دیانتی بھی کرتا ہے۔ بدکاری بھی کرتا ہے شراب بھی پیتا ہے نماز روزہ بھی نہیں کرتا اور کلمہ پڑھنے کا مدعی بھی ہے حالانکہ یہ سب چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

تو میرے بھائی اگر کسی نے ان دو جملوں کی حفاظت کر لی تو وہ اپنے دور کا بہت بڑا ولی ثابت ہوا۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضرت ولایت کی حقیقت کیا ہے تو فرمایا باایمان مردن ولایت کی حقیقت یہ ہے کہ انہی دو جملوں کو قبر میں اپنے ساتھ لے جائے یہی ولایت ہے۔ اور اگر انہی کی حفاظت نہ کر سکا خداوند عالم فرماتے ہیں وہ انسان نہیں ہے۔ بلکہ اے مخاطب جو لوگ اپنی انا کے گرداب میں پھنس چکے ہیں ان تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون کیا تو سمجھتا ہے کہ ان میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت باقی ہے۔ صرف اتنی جتنی

ایک جانور میں ایک بیل میں ایک کتے میں ہوتی ان هم الا کالانعام بل هم اضل ......

سبیلا یہ محض چوپائے ہیں پرندے ہیں حیوان ہیں بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں کہ وہ تخلیقی طور پر حیوان پیدا کئے گئے۔ انہیں پیدا انسان کیا گیا تھا۔ لیکن یہ کمالات انسانیت کو ضائع کر کے اُس گڑھے میں گر گئے۔

میرے بھائی بڑی سادہ سی بڑی چھوٹی سی بات ہے ان دو جملوں کو سمجھ کر قبول کریں تب ایمان عند اللہ قبول ہے خدا کے نزدیک اُس شخص کا ایمان قبول ہے جو ان دو جملوں کا معنی سمجھنے کے معنی دیکھتے نہیں وہ کہتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں جو کچھ اس میں ہے ٹھیک ہے۔ شہادت تو تب ہے جب آپ کہیں کہ میں نے اس کو اندر سے دیکھا ہے اس میں ہیرا ہے موتی ہے اس میں سونا ہے۔ میں گواہ ہوں اور پھر واقعی اُس میں ہو تو اُس کی بات سچی تو اگر وہ ڈبی ہی

بند ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دو جملے ہیں کیا مفہوم ہے ان کا کیا معنی ہے کیا مراد ہے۔ اسے جانتا ہی نہیں ہے کہنے والا صرف جملے رٹ رکھے ہیں۔ طوطے کی طرح تو اگر آپ طوطے کو یاد کرا دیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو کیا مسلمان ہو جائے گا۔ کیوں نہیں ہوگا اس لئے کہ اُس میں اس کا مفہوم سمجھنے کی استعداد نہیں ہے۔ تو جب میں اور آپ بھی اس کا مفہوم نہیں جانیں گے تو کیسے مسلمان ہونگے۔ مردم شماری میں مسلمان ہو جائیں گے۔

اللہ کے نزدیک ایمان نام ہی اس کے مفہوم کو سمجھ کر اس کی تصدیق کرنے کا ہے اور اس تصدیق کو اپنے ساتھ قبر تک لے جانے کا نام ولایت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ
ربّ العلمین ط

★

روزے کے روحانی تقاضے

مولانا ابوالکلام آزادؒ

تارکینِ صیام کے گروہ میں ایک فتنے نے سر اُٹھایا ہے جس کا اثر بہت شدید اور جس کی آفات سخت متعدی ہیں اور جس کے اندر شریعت کا استحقاق اور استہزا پہلے سے کہیں زیادہ اور حدود اللہ کے خلاف نفسانی جسارت پہلوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ نہایت درد و رنج کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ان لوگوں کا فتنہ الحاد و اباحیت ہے جنہیں افسوس ہے کہ الحاد سے بھی جہل کے سوا اور کچھ نہ ملا حالانکہ الحاد نے اکثر غرورِ علم کے ساتھ ظہور کیا ہے۔ یہ لوگ عہدِ جدید کی مہذب و متمدن مخلوق ہیں جو نئی درسگاہوں کی کائنات جہل و غرور میں پیدا ہوتی ہے اور جو فی الحقیقت غرور وادعا اور جہل و فساد کے سوا کچھ نہیں۔

ان میں سے اکثر کے نزدیک روزہ، عرب جاہلیت کے فقر و فاقہ کی ایک وحشیانہ یادگار ہے جو یا تو اس لیے قائم کی گئی کہ غذا میسر نہیں آتی تھی یا منجملہ ان عالمگیر غلط فہمیوں کے ایک توہم پرستی تھی۔ جو اہلِ مذاہب میں ابتدا سے پھیلی ہوئی ہیں اور انہوں نے ترکِ لذائذ اور تعذیب جسم کو وسیلۂ نجات سمجھ لیا ہے۔ ان میں بہت سے لوگ اپنے الحاد کو شریعت کی نسبت سے انجام دینے کے شائق ہیں اور وہ عقل اور نقل کے درمیان تطبیق دینے کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر روزہ فرض ہُوا بھی تھا تو قرآنی آیت "اور جو لوگ روزے کی قدرت رکھتے ہوں پھر بھی روزہ نہ رکھیں تو فدیے میں ایک

ہیں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔" نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر ہم روزے کے پنجۂ عذاب سے نجات پا سکتے ہیں۔ بس یہ ہمارے لیئے بس کرتا ہے۔

بدنصیب روزہ دار

یہ سرگذشت ان کی تھی جنہوں نے شریعت کو چھوڑ دیا۔ لیکن آؤ اب ان کے سراغ میں نکلیں جو دامن شریعت سے وابستہ ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو پانی سے دُور ہو گئے اب آؤ ان کو دیکھیں جو دریا کے کنارے خیمہ زن ہیں۔

پھر کیا وہ سیراب ہیں —؟ کیا وہ پہلوں کی طرح پیاسے نہیں —؟

افسوس کہ حقیقت کی آنکھیں اب تک خونبار ہیں اور عشقِ مقصود کا قدم یہاں تک پہنچ کر بھی کامیاب نہیں۔ یہ سچ ہے کہ پہلوں نے دریا کی راہ چھوڑ دی اور دوسروں نے اس کے کنارے اپنا خیمہ لگایا اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اس کا اجر انہیں ملنا چاہیے۔ لیکن اگر دریا کے لیئے بلکہ دریا کے پانی کے لیئے تھا تو پہلا گروہ پانی سے دور رہ کر پیاسا رہا اور دوسرے اس تک پہنچکر پیاسے ہیں ع

انہیں کشتی نہیں ملتی انہیں ساحل نہیں ملتا

یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے شریعت کے حکم تو لیئے مگر ان کی حقیقت چھوڑ دی ہے یہ وہ ہیں کہ انہوں نے چھلکے پر قناعت کی اور مغز کو ان لوگوں کے لیئے چھوڑ دیا جنہوں نے چھلکا اور مغز دونوں کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ جسم کو انسان سمجھتے ہیں —؟ حالانکہ عیش نظارہ اس نے پایا جس نے نقاب کی جگہ صورت سے عشق کیا۔ کاشتکار بیج پھل کے لیئے بوتا ہے اور پھولوں کی ساری محبوبیت اس میں ہے کہ ان کی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے بس اگر بیج پھل نہ لایا اور پھولوں نے خوشبو نہ دی تو کاشتکار کے لیئے ہل جوتنے کی جگہ بہتر تھا کہ وہ گھر میں آرام سے سوتا اور بے خوشبو کے پھولوں سے وہ خشک ٹہنی زیادہ قیمتی ہے جو چولہے میں جلائی جا سکے۔

روزے کا مقصد

درحقیقت روزہ صرف بھوک پیاس کا نام نہیں اگر ایسا ہوتا تو ہر فقیر عابد ہوتا اور ہر فاقہ کش مومن کامل۔ حالانکہ بہت سے بےنصیب مسکین ہیں۔ جن کی فاقہ کشی انہیں وہ شے نہیں دے سکتی جو ایک خدا پرست بادشاہ لذائذ و نعم پر خوان ہائے پُرتکلف کے سامنے بیٹھ کر پا لیتا ہے۔ اصل شے روح کا تقویٰ — نفس کی طہارت — خواہشوں کا حبس قوتوں کا احتساب اور جذبات کا ایثار ہے اور چونکہ مخلوقات کے لیئے غذا کی خواہش سب

سے بڑی مجبور کُن خواہش ہے اِس لیئے درسِ صبر — تعلیم و تحمل اور نفوذ و اتقا اور ایثارِ نفس کے لیئے اسی خواہش کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور اسے تمام روحانی فضائل کے کسب اور تمام اخلاقی رذائل سے اجتناب کا وسیلہ قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ روزے کا حکم دینے کے بعد اسکی علت ایک نہایت ہی جامع اور مانع اصطلاحِ شریعت میں واضح کر دی گئی کہ لعلکم تتقون — یہ اس لیئے کہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

تقویٰ، بچنے اور پرہیز کرنے کو کہتے ہیں۔ قرآن حکیم کی اصطلاح میں اسے مقصود تمام برائیوں اور ذلتوں سے بچنا اور پرہیز کرنا ہے — پس روزہ وہ ہے جو ہمیں پرہیزگاری کا سبق دے۔ روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر تقویٰ اور طہارت پیدا کرے، روزہ وہ ہے جو ہماری بہیمی قوتوں اور غصبی خواہشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے۔ روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر نیکیوں کا جوش، صداقتوں کا عشق، راستبازی کی شیفتگی اور برائیوں سے اجتناب کی قوت پیدا کرے۔ یہی چیز روزے کا اصل مقصود ہے اور باقی سب کچھ بمنزلہ ذرائع و وسائل کے ہے۔ اگر یہ فضیلتیں ہمارے اندر پیدا نہ ہوئیں تو پھر روزہ، روزہ نہیں بلکہ محض بھوک کا عذاب اور پیاس کا دکھ ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ احادیثِ نبویہ میں روزے کی برکتوں کے لیئے احتساب کی بھی شرط بھی قرار دی گئی ہے۔

" جس شخص نے رمضان کے روزے احتسابِ نفس کے ساتھ رکھے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے گا۔"

پھر کتنے ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور سچ ہی ایک سچے صائم کی طرح پاک ستھری زندگی بھی انہیں نصیب ہے —؟ آہ میں ان لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ایک طرف تو نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ بندوں کے حقوق غصب کرتے، اعزہ واقارب کے فرائض پامال کرتے، بندگانِ الٰہی کی غیبتیں کرتے، ان کو دکھ اور تکلیف پہنچاتے، طرح طرح کے مکر و فریب کام میں لاتے اور جبکہ ان کے جسم کا پیٹ بھوکا ہوتا ہے تو اپنے دل کے شکم کو گناہوں کی کثافت سے آسودہ اور سیر رکھتے ہیں کیا یہی وہ روزہ دار ہیں جن کی نسبت حدیث میں فرمایا گیا۔

" کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔"

وہ راتوں کو تراویح میں قرآن سنتے ہیں صبح اس کی منزلیں ختم کرتے ہیں لیکن اس کی نہ تو صدائیں ان کے سامعہ سے آگے جاتی ہیں اور نہ اسکی

صدائیں حلق سے نیچے اُترتی ہیں۔
"اور کتنے ہی راتوں کو ذکر و تلاوت کا قیام کرنے والے ہیں کہ انہیں اس سے شب بیداری کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔"
نیز فرمایا:-
"بہت سے قرآن تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔"
یہ اس لئے کہ انہوں نے اپنی بدکرداریوں اور بدعملیوں سے قرآن کی تلاوت اور سماعت کو لہو و لعب بنا کر رکھا ہے۔ پھر کتنے روزہ دار ہیں جن کا روزہ برکت و رحمت ہونے کی جگہ بندگانِ الٰہی کے لئے ایک آفت و مصیبت ہے اور بہتر تھا کہ وہ روزہ نہ رکھتے دن بھر بھوکا رہ کے اور رات کو تراویح پڑھ کر وہ ایسے مغرور بدنفس ہو جاتے ہیں گویا انہوں نے خدا پر، اس کے ملائکہ پر، اور اس کے تمام بندوں پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ اور اس پر معاوضے میں انہیں کبریائی اور خود پرستی کی سند مل گئی ہے۔

اب اگر وہ انسانوں کو قتل بھی کر ڈالیں جب بھی ان سے کوئی پرسش نہیں ہو گی وہ تمام دن درندوں اور بھیڑیوں کی طرح لوگوں کو چیرتے پھاڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہم روزہ دار ہیں۔ سو ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین و آسمان کا خداوند ان کے فاقے کا محتاج نہیں۔

روزے کا مقصد نفس کا انکسار اور دل کی شکستگی پھر اے شریر انسان! تو روٹی اور پانی کا روزہ رکھ کر خون اور گوشت کیوں کھانا چاہتا ہے۔
"کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟" (الحجرٰت)
"جس نے مکر و فریب کو نہ چھوڑا اور اتقائے صیام پر عمل نہ کیا سو خدا کو کوئی حاجت نہیں کہ اسے کھانے پینے کو چھڑا دے اور اسے بھوکا رکھے۔"

قرآن کی رو سے اگر قربانی کا گوشت خدا تک نہیں پہنچتا تو اے مغرور عبادت گذار اور مردم آزار صائم! تیری بھوک اور پیاس بھی خدا تک نہیں پہنچتی بلکہ وہ چیز پہنچتی ہے جو تیرے دل اور تیری نیت میں ہے۔ اگر تجھے وہ نعمت حاصل نہیں تو تجھے معلوم ہو کہ تیری ساری ریاضت اکارت اور تیری ساری مشقت بیکار ہے۔

پس وہ لوگ جنہوں نے روزہ نہ رکھا اور خدا کا حکم توڑا اور وہ جنہوں نے رکھا پر اس کی حقیقت حاصل نہ کی ان دونوں کی مثال ان دو لڑکوں کی سی ہے ایک تو مدرسے جانے کی جگہ گھر میں پڑا رہتا ہے دوسرا مدرسے میں تو حاضر ہوتا ہے لیکن پڑھنے کی جگہ دن بھر کھیلتا ہے۔ پہلا مدرسے نہ گیا اور علم سے محروم رہا دوسرا گیا پھر بھی محروم رہا البتہ جانے والے کو نہ جانے والے پر فضیلت حاصل ہے لیکن اگر وہ مدرسے جا کر بھی لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے تو بہتر تھا کہ نہ جاتا

پھر خدارا غور کرو کہ ہمارا ماتم کیا شدید اور

بقیہ صلے پر

اصلاح باطن

ابن محبوب سبحانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

انما الاعمال بالنیات۔

ترجمہ :۔ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ بہت سارے چھوٹے اعمال ایسے ہوتے ہیں۔ نیت جن کو بڑا بنا دیتی ہے اور بہت سارے بڑے اعمال کو نیت ہی چھوٹا بنا دیتی ہے۔ نیت کے فتور سے کبھی کئی اعمال ثواب کی بجائے عذاب کا ذریعہ بن جاتے ہیں عمل کرنا پھر بھی آسان ہے بہ نسبت اصلاح نیت کے۔ نیت کا تعلق قلب سے ہے اور اصلاح قلب کا نام تزکیہ نفس ہے۔ ارشاد باری ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ کامیابی اس کے لئے مقدر ہو چکی ہے جس نے اپنی اصلاح کر لی اپنا تزکیہ کر لیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَ هِیَ الْقَلْبُ۔ (بخاری و مسلم) دل درست ہو گیا تو سارا نظام بدن بلکہ نظام زندگی ہی درست ہو جائے گا۔ اور جب دل بگڑ گیا تو پھر نیت میں فتور عمل میں خرابی پیدا ہو گی۔ اور ان کے نتائج بھی غلط ہی نکلیں گے۔ جسم انسانی میں قلب۔ قلب کی حثیت وہی ہے جو ایک ملک میں بادشاہ کی ہوتی ہے۔ یہ درست ہے تو تمام اعضاء و جوارح جو اس بادشاہ کی فوج ہیں وہ بھی خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی کا مقصد خالق کائنات نے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ زندگی اور موت کی وجہ یہاں آنے اور رہنے کا مقصد ہی حسن عمل ہے کہ کون اچھے کام کرتا ہے۔ اپنی پسند اور ارادے کو اللہ اور رسول ﷺ کی پسند کے تابع کر لیتا ہے ایک بیمار دل کو اللہ اور رسول کی پسند کے تابع ہونا بہت مشکل ہے تو آیئے اس بیمار دل کے علاج کا طریقہ سوچیں اور علاج کریں تاکہ زندگی اور موت دونوں میں ہی حسن آ جائے چند روزہ زندگی بیکار نہ جائے، یہ تھوڑے سے عمل عادت کی بجائے عبادت بن جائیں اندر کی دنیا

میں اضطراب کی بجائے سکون پیدا ہو میدان حشر کی رسوائیوں سے محفوظ اور بارگاہ ایزدی میں قبولیت پالینے کے قابل ہو سکیں۔ وہاں کی شرمندگی اور ذلت سے بچ سکیں۔

یوں تو اس موضوع پر دلائل السلوک جیسی کئی مستند اور علمی ذخائر سے لبریز کتب موجود ہیں لیکن ان کو سمجھنے کے لئے بھی سمجھ اور علم کی ضرورت ہے اپنے جیسے کم علم اور بے نوا ساتھیوں کے لئے اصلاح باطن کی اہمیت وضرورت علاج اور طریق علاج اور بیعت جیسی اہم چند ضروری چیزوں کو آسان اور سادہ لفظوں میں پیش کر رہا ہوں۔ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات کے مصداق کوئی تو اپنی زندگی سنوار لے، اپنے رب کو راضی کر لے اور حضور سرور کونین ﷺ کے فیض سے مستفیض ہو سکے

قلب و روح کی بیماریاں :-

۱:- کیا آپ نے کبھی اپنی نمازوں پر غور کیا ہے؟ دوران نماز بھی یاد خدا سے محروم کیوں ہیں۔ نماز ذہن میں ٹیپ ہے، زبان سے الفاظ خود بخود ادا ہو رہے ہیں۔ بدن آٹومیٹک حرکات کرتا چلا جا رہا ہے۔ الفاظ کا دھیان ہے نہ رکعات کی تعداد کا احساس، دنیا کا نشہ ہے کہ نماز سے بھی نہیں اُترتا رہا۔ خدا کو یاد کرتے ہوئے بھی دل یاد خدا سے غافل ہے۔ جسم خدا کے حضور اور دل دنیا میں غرق۔ چاہئیے تو یہ تھا۔ ہتھ کار دے دل یار دے۔ ایک مومن کا دل دنیا کی مشغولیتوں میں رہ کر بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتا۔ لیکن ہماری حالت ؟؟ سجدے بے ذوق۔ جن نمازوں میں آج کوئی برکت نہیں وہ حشر میں کیا اثر دکھائیں گی ؟ حاضری سے زیادہ اُن کی کیا اہمیت ہے تو کیا ایسے بیمار دلوں کا علاج ضروری نہیں ؟

۲:- جسمانی زندگی میں بھوک کی اہمیت سے آپ واقف ہیں۔ بھوک لگے تو ہر چیز مزیدار ورنہ اچھے سے اچھا کھانا بھی بیکار۔ کھانا نہ کھانے سے ویسے نوبجیت ہوتی ہے۔ لیکن کیا اس سے کبھی کوئی خوش ہوا ہے؟ ڈاکٹر کو فیس بھی دیتے ہیں۔ اور دوا بھی خریدتے ہیں کہ کسی طرح بھوک لگے۔ کیونکہ جسمانی زندگی کا اسی پر دارومدار ہے، انسان جسم اور روح دو حصوں پر مشتمل ہے روح انسانی میں بھی بھوک کا مادہ رکھا گیا ہے۔ جو ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کسی نومولود کے حلق میں جہاں پیدائش کے فوراً ہی بعد کسی غذا کے گھٹی چند قطرے ٹپکائے جاتے ہیں اس سے بھی پہلے اُس کے کانوں کے راستے اُس کو روحانی غذا دی جاتی ہے۔ اب نفسانی خواہشات بے دینوں کی محفلیں اور سستی کی عادت اس بھوک کو ختم

یا کمزور کر دیتی ہے۔ روح میں طلب صادق ہی عمل کے لئے محرک بنتی ہے ورنہ اچھے اچھے کام بھی منافقین کے اعمال کی طرح مہلک ثابت ہوتے ہیں جسم کو جیسے صبح اٹھتے ہی ناشتے دوپہر کو غذا اور شام کو پھر کھانے کی طلب ہوتی ہے تو کیا روح کی شب و روز میں پانچ مرتبہ غذا (نماز) کی طلب آپ محسوس کرتے ہیں کہ ان اوقات سے قبل ہی آپ بے چین ہوں کہ کب اور کس قدر جلدی یہ غذا نصیب ہو؟ ورنہ منافقین کی خصوصیت قرآن مجید میں قَامُوْا كُسَالٰى کر سستی اور دکھاوے کی نمازیں بوجھ کی صورت میں ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ والی بیماری موجود ہے

۳:۔ بعض غذائیں جسطرح جسم کے لئے نقصان دہ ہیں اسی طرح روحانی غذائیں بھی مفید اور مضر ہیں یہ حلال و حرام کی قید اسی خاطر ہے۔ کیا آپ بدن کو زہر اور ہر تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن روح کی صحت انہی مضر اشیاء کے ہاتھوں برباد تو نہیں کر رہے؟ اور پھر بھی سوچ رہے ہوں۔ بیمار اچھا ہے۔

۴:۔ اعمال کے فضائل سن کر اگر آپ کے دل میں بھی ان کے کرنے کی تمنا پیدا ہوئی ہے۔ تو یہ ایمان کی نشانی ہے۔ لیکن ایسے کتنے ہی آپ کے ارادے چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں کیا آپ نے کبھی سوچا یہ کیوں ایسا ہوا؟ ضعیف و ناتواں جسم جیسے باوجود خواہش کے دنیاوی امور ادا کرنے سے عاجز ہوتا ہے اسی طرح آپ کی یہ کمزوری قلب و روح کی بیماری ہے اور طاعات و عبادات کے فوت ہو جانے پر غم نہ ہونا اور گناہوں پر پشیمان نہ ہونا قلب کی موت کی نشانی ہے۔

۵:۔ اچھے اعمال (نیکیوں) سے محبت اور گناہوں سے نفرت نیکی بدی کی تمیز کیا آپ کا دل محسوس کرتا ہے؟ صحت مند دل کو تو ضرور محسوس کرنا چاہیئے۔ حسد، تکبر، بغض ریا۔ شرک، بدعات سے محبت دنیا کی بے جا محبت وغیرہ جیسی کتنی قلبی اور روحانی بیماریاں ہیں جن کے علاج کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔ ورنہ ایسے بیماروں کا علاج جہنم کے ہسپتال میں کیا جاتا ہے ہمیں نہیں۔ اس عذاب سے بچنے کے لئے آیئے ابھی سے قلب و روح کے علاج کی تدابیر سوچیں اور انہیں اختیار کریں۔

روحانی معالج :۔

جسمانی معالجوں کی طرح قلب و روح کے معالج بھی ہوتے ہیں جو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تزکیہ نفس والی ڈیوٹی کو آپ کے نائب کی حیثیت سے ہر زمانے میں ادا کرتے چلے آ رہے ہیں قلوب کی ان بیماریوں کی دوا وہ تجلیات باری ہیں جو حضور ؐ کے واسطے سے سینہ بسینہ ہر جگہ

سلسلہ ہائے طریقت میں چلے آرہے ہیں آقائے نامدارؐ سے الفاظ کے ساتھ وہ کیفیات و برکات بھی چلی آرہی ہیں اور اللہ والوں کی صحبت وہ منبع و سرچشمہ ہے جہاں سے یہ برکات میسر آتی ہیں اسی بناء پر کسی عارف نے کہا ہے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یہی وہ انعام یافتہ لوگ ہیں جن کا راستہ پا لینے کے لئے نماز کی ہر رکعت میں ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسے خوش نصیبوں کی تلاش فرض ہے کہ جن کی صحبت ان زنگ آلودہ دلوں کا علاج کر کے ان پہ صِبْغَةَ اللّٰهِ (اللہ کا رنگ) چڑھا دے ان کی صحبت قلوب کو منور کر دیتی ہے جسکی وجہ سے نیکی و بدی میں تمیز گناہ سے نفرت نیکی کر لینے کی تڑپ اور حلال و حرام میں تمیز کر لینے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ اور بندۂ مومن سقیم القلب سے سلیم القلب بن جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ط میدان محشر میں مال و اولاد کوئی چیز کار آمد نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ جو قلب سلیم لے کر اللہ کے حضور حاضر ہوا۔ تمام عبادات کا مقصود اسی قلب میں اللہ کی محبت پیدا کرنا ہے۔ اور یہ محبت الٰہی اللہ والوں کے سینے کے نور کے ذریعے قلوب میں آتی ہے۔ ایمان اسی شدت میلان اور ولولہ کا نام ہے اسی کا سب سے اعلیٰ درجہ حضورؐ کو نصیب ہوا کہ آپ محبوب کے خطاب سے نوازے گئے۔ ان بندگان خدا کی محفلوں میں اللہ کے ذکر اور محبوب کے فکر سے قلوب مانوس ہو جاتے ہیں بندے میں یہ حالت و کیفیت آ جاتی ہے کہ ہر وقت آقا کے در پہ حاضر ہر لمحے کا منتظر ہر وقت اطاعت کے لئے تیار ہر حال میں راضی و خوش۔ گرمی و سردی تنگی و ترشی بیماری و صحت جوانی و بڑھاپے ہر حال میں اللہ کی غلامی اور حضورؐ کی محبت و اطاعت میں فرق نہ آئے۔ عبادت کی خواہش اسطرح جیسے پیاسے کو پانی کی طلب اور یہ سب حاصل ہوتا ہے کثرت ذکر اور اہل اللہ کی صحبت سے طریقت و شریعت پہ عمل کرنے کا نام ہے۔ گویا طریقت و سلوک روحانی علاج کو ہی کہتے ہیں۔ خارش کا علاج مرہم سے بھی اور مصفّی خون دوائیں* مرہم سے عارضی سکون حاصل ہو جاتا ہے لیکن ان کڑوی دواؤں سے دائمی راحت ملتی ہے یہی ظاہری تبلیغ اور اہل اللہ کے علاج میں فرق ہے۔ گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش اس علاج کے ساتھ پرہیز ہے۔

روح کی دوا :-

روح چونکہ لطیف ہے اس کی بیماریاں اور

※ سے مراد ٹیکہ ہے

دوا بھی اللہ کے نام کی برکات اور لطیف اثرات ہیں حضور کا فرمان ہے قلوب کے زنگ اتارنے کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔

روحانی علاج (ذکر اللہ)

ذکر کے معنی یاد کرنا اور یاد کا تعلق دل سے ہے گویا قلب کا ذاکر ہونا ہی ذکر کہلائے گا زبان کو بھی ساتھ شامل کر لیا جائے تو اور زیادہ فضیلت ہوگی دنیا کے تمام کاروبار اگر شرعی حدود و قوانین کے مطابق ہوں تو سارے ہی کام ذکر شمار ہوں گے۔

ذکر اللہ کیلئے کوئی حدود و قیود نہیں

ہر عبادت کے لئے کچھ حدود مقرر ہیں اور کچھ شرائط و ضوابط کے مطابق ہی انہیں ادا کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ ذکر اللہ کے لئے کوئی شرط ہے نہ حد۔ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اور ہر لمحہ چلتے پھرتے وضو تک کی کوئی قید نہیں، اللہ کا ذکر ہر شے کی روح ہے کائنات کا ہر ہر ذرہ زبان حال سے ہر لمحے اللہ کی یاد میں مشغول ہے اور اس کی زندگی کا دارومدار ہی ذکر پر ہے جو نہی یاد خدا سے غافل ہوا تو ختم ہو جائے گا۔

ذکر اللہ کی اہمیت

انسانی زندگی میں سانس کی جو اہمیت جسم کی حیات کے لئے ہے وہی ذکر اللہ کی روح کے لئے ہے اسی لئے حضور کا ارشاد ہے۔ اَلَّذِیْ یَذْکُرُ اللّٰہَ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مثل الحی والمیت زندہ وہ ہے جو یاد خدا میں مشغول ہے۔ اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہے گویا وہ مر ہی چکا ہے۔ مردہ جیسے اپنے نفع و نقصان سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ غافل بھی ہمیشہ کے نفع سے محروم ہے کسی باغ میں پودوں کے بڑھنے پھلنے پھولنے، پھلوں میں رس کے آنے ان سب میں پانی کی جو اہمیت ہے وہی تمام امور شریعت میں ذکر کی ہے۔ کیونکہ ہر عمل میں خلوص اور للہیت ہی اس کی روح ہے اور یہی روح اس عمل کو حشر تک محفوظ اور کارآمد رکھنے کا ذریعہ ذکر ہے چونکہ ذاکر کو بار بار مذکور (اللہ) کی یاد دلاتا رہتا ہے جس سے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور محبت و یقین سے کئے ہوئے اعمال ہی زیادہ وزنی اور قبولیت کے لائق ہیں۔ تمام مشکلات اور پریشانیوں کا علاج اللہ کا ذکر ہے۔ ذکر اللہ ایک بہترین دعا بھی ہے اور روح کی دوا بھی نفس کی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ اور شیطان سے محفوظ رہنے اللہ کی پناہ میں آنے کے لئے ایک قلعہ بھی ہے۔ اگر آپ کو آخرت محبوب ہے نفس کو حاکم کی بجائے محکوم بنانا اور شیطانی اثرات سے بچنا چاہتے ہیں تو آیئے اللہ کا ذکر جو دل کا سکون اور آخرت کی

کامیابی کا ذریعہ ہے کریں اور ہر لمحہ کریں۔

فضائل ذکر

ذکر الٰہی کے ان گنت فضائل و برکات ہیں قرآن مجید میں کئی مرتبہ کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں اس کی تاکید اور بے شمار فضائل بتلائے گئے ہیں۔ عَلَیْکُمْ بِمَجَالِسِ اَھْلَ الذِّکْرِ۔ ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ کر ذکر کرنا اپنے آپ پر لازم کر لو۔ جہاد و قتال، قتل ہونے یا قتل کرنے اور اللہ کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی اللہ کے ذکر کا افضل ہونا۔ ملائکہ کا ذاکرین کی تلاش میں نکلنا۔ بارگاہ ایزدی سے بخشش کے فیصلے صادر ہونا۔ اللہ کی معیت نصیب ہونا پھر ذاکرین محشر میں مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہونگے اور ہنستے ہوئے جنت میں داخل ہوں کے اللہ کی طرف سے ذکر کرنے والوں سے مغفرت اور بہت بڑے اجر عظیم کا وعدہ۔ غرضیکہ اللہ کا ارشاد فان الذکر تنفع المومنین۔ یا۔ اعد اللہ لھم مغفرۃ وَّ اَجْرًا عظیما۔

طریقہ ذکر (ذکر خفی)

ذکر کی اہمیت اور فضائل پڑھنے سے یقیناً ہر ایمان والے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ اس عمل کو بہت ہی زیادہ کیا جائے لیکن آخر کیسے؟ جبکہ دنیاوی مشغولیتیں سر کھجانے کی فرصت بھی نہیں دیتیں یا اس کے لئے متقدین صوفیاء سے بطور میراث ذکر قلبی، پاس انفاس اور ذکر خفی کے طریقے چلے آرہے ہیں۔ قرآن کا حکم واذکر ربک فی نفسک۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خیر الذکر الخفی۔ اسی ذکر کے متعلق ہے یہی ذکر حدیث شریف کے مطابق باقی اذکار پر ساٹھ گنا فضیلت رکھتا ہے۔ اس ذکر میں سانس دل کی ہر دھڑکن بلکہ بدن کے ہر ہر بال کو ذاکر بنا لیا جاتا ہے تاکہ ہر حال میں ذکر ہوتا رہے۔ شب و روز میں انسانی تقریباً پچیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے جبکہ دل کی دھڑکن چوبیس گھنٹوں میں ایک لاکھ چار ہزار مرتبہ ہے۔ اتنی مرتبہ گویا ذکر خود بخود ہوتا رہا۔ سانس کی ہر ضرب سے گویا دل پر دم کیا جاتا ہے اسم اعظم کی برکت سے دم کیا ہوا یہ خون جب شہریانوں اور بدن کے رگ و ریشہ میں دوڑتا ہے تو ذاکر کے اعضاء اطاعت الٰہی پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یوں بندۂ مومن خود بخود گناہوں سے بچتا چلا جاتا ہے۔ حلال جانوروں میں سے بھی وہی خوش نصیب ہیں کہ جن کی زندگی کا آخری سانس ہوا اور ادھر اللہ کا نام لیا جا رہا ہو۔ تو انسانوں میں سے بھی وہی خوش نصیب ہیں جن کی زندگی کا اختتام اللہ کے نام پر ہو۔ حالت

نزع میں بعض اوقات بے ہوشی۔ زبان بند۔ اچانک حادثہ۔ دل کا دورہ پڑنا۔ سبھی حالتوں میں ذکر پاس انفاس کی مشق زندگی کے آخری سانس تک اور قلبی ذکر آخری دل کی دھڑکن تک یادالٰہی میں مشغول رکھتی ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ

ترجمہ:۔ اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔

شیطان انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اسکو بھلا کب گوارا ہوگا کہ آپ کوئی ایسا عمل کریں لہٰذا جہاں اور جونہی اسکو احساس ہوا کہ آپ اس قدر نفع والے عمل کو کرنے لگے ہیں فوراً روکنے کی پوری کوشش خود اور اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعے کریگا اور ہر حربہ آزمائے گا۔ آپ اللہ سے مدد کی ہر لمحہ دعا بھی کرتے رہیئے حواس کے شر سے محفوظ بھی رکھے گا۔ اور توفیق بھی عطا کریگا۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ذکر پاس انفاس کے بارے فرماتے ہیں۔ انسان کو ہر سانس پر ہوشیار اور بیدار رہنا چاہیئے بغیر پاس انفاس کی مدد کے انسان کا قلب کدورتوں اور تاریکیوں سے ہرگز صاف نہیں ہو سکتا اس ذکر کی اس طرح پابندی کی جائے کہ سانس خود بخود بلا ارادہ ذکر کرنے لگے۔ (ضیاء القلوب صد ۱۲) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ بے شک ذکر پاس انفاس صفائی باطن میں عجیب اثر رکھتا ہے لیکن ابتداء میں ذاکر کو مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اجراء کے بعد ذکر خود بخود قلب ذاکر پر ایسا اثر کرتا ہے کہ ذاکر کسی معذوری کی وجہ سے اس ذکر کو چھوڑنا چاہے بھی تو ذکر اُس کو نہیں چھوڑتا اور یہی وظیفۂ مردان حق ہے۔ (ملفوظات مہریہ)

حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں۔

جنہاں عشق حقیقی پایا موہوں نہ کجھ الاون ہو
ذکر فکر وچہ رہن ہمیشہ دم نوں قید لگاون ہو
سری روحی قلبی صوری خفی اخفٰی کماون ہو

لطائف :۔

لطائف و مراقبات کا مختصر سا تعارف بھی آپ کو کروا دیا جائے۔ انسان دو حصوں جسم اور روح پر مشتمل ہے۔ جسم کے اجزاء ترکیبی مٹی۔ پانی۔ آگ۔ ہوا۔ اور ان کے ملنے سے مادہ متحرکہ وجود میں آتا ہے نفس کہلاتا ہے یہ پانچوں اجزاء عالم خلق (دنیا) سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح روح کے بھی پانچ اجزاء قلب روحی۔ سری۔ خفی اور اخفٰی ہیں۔ ان کا تعلق عالم امر سے ہے ان پانچوں اجزاء کو آپ روح کے حواس سمجھیں۔ جسمانی اعضاء کی سلامتی اور قوت جس طرح انسان کو مادی دنیا کی دوڑ میں آگے لے جاتی ہے۔ ایسے ہی روح کے یہ حواس (لطائف) جتنے درست ہوں گے روحانی ترقی اخروی درجات کی

بلندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہوں گے۔ لطائف گویا اللہ تک پہنچنے کے راستے ہیں۔

قلب :۔

لطیفۂ قلب کا کام دیکھنا سننا اور بولنا ہے وحی کا سننا۔ فرشتے کو دیکھنا۔ پہچاننا۔ مراقبے میں کسی کو کوئی آواز سنائی دے یا کشفاً کچھ نظر آئے یہ سب لطیفۂ قلب کی خصوصیات ہیں قلبی ذکر بھی اسی لطیفہ کا کام ہے۔ روحانی کلام دل ہی سنتا ہے تمام ارادے قلب میں پیدا ہوتے ہیں۔ ذکر کا ارادہ جب قوی ہو جاتا ہے تو اپنے مالک تک پہنچا جا سکتا ہے۔ قلب بے حد وسیع ہے اللہ کا نور جو زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے قلب کی وسعتیں اس قدر ہیں کہ ان میں سما جاتا ہے۔ الفاظ زبان پر ہوتے ہیں لیکن ان کا اصلی جوہر یعنی کیفیت قلب ہیں ایک قلب کا عکس جب دوسرے قلب پر پڑتا ہے تو وہ کیفیات حاصل کر لیتا ہے یعنی باطنی علم سیکھ لیتا ہے۔ جن کے دل محبت دنیا سے خالی ہوتے ہیں اور خدا کی محبت سے بھرپور رہتے ہیں ان کی صحبت سے خود بخود قلوب میں خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ بشرطیکہ عقیدت کے تار سے جوڑ لیا جائے۔ قلوب کی بیماریوں کے بارے میں تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ قلب کی صحت اسی اللہ کی محبت سے ہے جو فطرت انسانی میں اللہ نے ودیعت کر رکھی ہے۔ ذکر اور صحبت شیخ جہاں قلب کی تمام بیماریوں کا اصل علاج ہے وہاں بُری صحبت سے بچنا اس کی پرہیز ہے۔ دل کی حفاظت سب سے مشکل کام حتٰی کہ بدعقیدہ شخص کے مال سے بھی اس پر اثر پڑتا ہے بُرے خیالات بھی قلب پر اپنا بُرا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اس لئے تصوف کی ابتداء اور انتہاء سبھی قلب کی اصلاح پر موقوف ہے۔ عقائد یقین تسلیم۔ تفویض۔ اخلاص۔ احسان صبر و شکر۔ توکل رضا بالقضاء۔ قناعت۔ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت جیسی ساری دین کی ضروری اصل بلکہ روح سب کا دار و مدار قلب کی اصلاح پر ہے گویا دین کی روح قلب کی اصلاح ہے۔

روح :۔

اصلی لطیفہ تو قلب ہی ہے باقی سب اسکی فرع ہیں روح کا کام پرواز ہے قلب کے ارادے کے تحت یہ پرواز کرتا ہے اعمال کا اثر چونکہ روح پر پڑتا ہے توجہ ذکر اور اعمال صالحہ اس کی قوت پرواز کو متاثر کرتے ہیں۔ عقیدت میں کمی ہو یا اعمال میں کوتاہی ہو تو دونوں ہی اس کی قوت کو کم یا ختم کر دیتے ہیں روح کی شکل و صورت بالکل اسی انسان کے جسم کا لطیف فوٹو سمجھ لیں عقائد اور

اعمال بد سے اس کی شکل مسخ ہوتی یا بگڑتی چلی جاتی ہے۔ اس کے انوارات سرخ سنہری رنگ کے ہوتے ہیں۔

سرّی :-

روشنی کے بغیر کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ روحانی مشاہدات میں سرّی ٹارچ کی طرح روشنی کا کام کرتا ہے۔ اس کے انوارات سفید رنگ کے ہیں۔

خفی

قلب کے ارادے یا روح کو اللہ تعالیٰ تک پہچانے کا کام اسی لطیفے کا ہے اس کے انوارات گہرے نیلے رنگ کے ہیں۔

اخفیٰ

اس لطیفے کا کام وصال الٰہی ہے۔ پانچوں لطائف اس سے مستفیض ہوتے ہیں۔ یہ زیر قدم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے سارے فیوضات و انوارات پہلے اسی پر آتے ہیں پھر باقی لطائف پر جاتے ہیں اس کے انوارات کا رنگ سبز ہے۔

نفس کا لطیفہ قلبی سے خاص تعلق ہے نفسانی خیالات کو کم یا ختم کرنے کے لئے مقام نفس پر اللہ اللہ کی ضربیں خواہشات نفس کے بتوں کو ریزہ ریزہ کرنے کے لئے لگائی جاتی ہیں سلطان الاذکار لطیفہ نہیں بلکہ ایک طریقہ ذکر ہے کہ بدن کے ہر بال ہڈی گوشت پوست اور خون کے ذرّے ذرّے کو اللہ کے مبارک نام کی برکت سے منور کیا جاتا ہے تاکہ جسم و روح دونوں ہی نورٌ علیٰ نور ہو جائیں۔

رب رزاق نے بدن کی نشوونما کے لئے عالم مادی میں اسباب پیدا فرمائے اور وسائل مہیا کئے ہیں اسی طرح روحانی لطائف کو قائم رکھنے کے ذرائع بھی پیدا فرمائے ہیں روح کی یہ لطیف غذا انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ملتی ہے۔ سورج مادی دنیا کے لئے جیسے توانائی کا منبع ہے ایسے ہی نورانیت و لطائف کیلئے سرکار رحمت اللعالمین منبع فیض ہیں۔ آج بھی ساری مخلوق کو یہ اثرات آپ ﷺ کے واسطے سے ہی پہنچ رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی محبت و اتباع اور کسی بزرگ کی نسبت ان روحانی توانائیوں کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ لطائف کی قوت سے ہی بندہ قوت شہوانیہ پر غلبہ حاصل کرتا ہے بصورت دیگر انسان آخرت کی فکر سے محروم دنیا کا لٹو اور بعض اوقات عارضی مفادات کے حصول کیلئے درندہ صفت تک بن جاتا ہے۔ ولایت کا ابتدائی سلیبس انہی لطائف کو منور کرنے سے شروع کرتا ہے۔ لطائف کے منور ہوتے یا قلب کے جاری ہونے کے اثرات آپ خود انوارات کے مشاہدے اللہ کے لکھے ہونے۔ خوشبو۔ سکون و

رادت۔ نیکی میں چاشنی برائی سے نفرت وغیرہ جیسے احساسات سے محسوس کرسکیں گے اللہ نے جب اپنے فضل سے ایسے نیکوں سے آپ کی نسبت قائم کی ہے تو آپ ضرور کچھ نہ کچھ محنت کرکے اللہ کا یہ دائمی فضل حاصل کرلیں۔

مراقبات :۔

خدائے بزرگ کے نام کی برکات سے قلب و روح پر سے جب گناہوں کے اثرات دھل جائیں اللہ اللہ کی ضربوں سے ان لطائفوں کو خوب رگڑ اور مانجھا جا چکے۔ کسی کامل کے سینے کا عکس جب ان کو خوب منور کردے تو روح میں قوت پرواز آجاتی ہے۔ عالم بالا اور دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک جس ولی کامل کی رسائی ہو وہ اس شخص کے روح کو بھی درجہ بدرجہ منزل بہ منزل اس دربار میں پہنچا دیتا ہے۔ جہاں روحانی بیعت ہوتی ہے۔ بڑے نصیب کی یہ بات ہے۔

اہل اللہ
باطنی انوارات و برکات کے امین

حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علوم امت کو حاصل ہوئے۔ الفاظ کی صورت میں قرآن و حدیث۔ احکامات و ممنوعات وغیرہ جنہیں علوم ظاہری کہا جاتا ہے اور باطنی علوم کیفیات و انوارات و برکات کی صورت میں۔ علوم ظاہری سے تو ہر شخص مستفیض ہو سکتا ہے لیکن باطنی کیفیات سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی ہیں اس لئے صرف وہی قلوب اس کے امین ہو سکتے ہیں جن میں نور ایمانی موجود ہیں۔ صحابی کہلانے والے صرف وہی خوش نصیب افراد تھے جنہیں حالت ایمانی میں سرور کونین صلعم کی صحبت نصیب ہوگئی۔ انہوں نے آپ صلعم کے سینۂ اطہر کی کیفیات و برکات سے براہ راست اپنے قلوب کو منور کیا پھر اسی طرح تابعین و تبع تابعین وغیرہ نے زمانے کے ساتھ ساتھ علوم میں وسعت ہوتی گئی۔ ہر شخص کے لئے سب علوم پہ حاوی ہونا مشکل ہوا۔ تو ان کی تقسیم ہوتی چلی گئی۔ علیحدہ علیحدہ

حصے ہوئے۔ حدیث کے علماء محدث کہلانے لگے۔ تفسیر کے عارف مفسر اور اوامر و نواہی کے ماہر فقیہہ کہلانے لگے۔ باطنی کیفیات کے لئے اب مجاہدے کی ضرورت تھی کہ دلوں کو خوب مانجھ کر کسی ایسی ہستی سے یہ کیفیات و برکات حاصل کی جائیں کہ جس کا سینہ اس کا امین ہو۔ اور پھر اس نعمت کی حفاظت کی جائے ایسے افراد اہل اللہ، عارفین کاملین علمائے باطن یا صوفی کہلائے۔ اور اس شعبے کو تصوف کا نام دیا گیا۔

ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد ہر شخص کسی ایسے مرد کامل کی صحبت میں بیٹھ کر علوم باطنی حاصل کر لینے کے بعد ہی تصوف کا مرد میدان کہلاتا ہے۔ کفر و طغیانی کا مقابلہ کرنے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے ظاہری تبلیغ کے ساتھ ساتھ مخلوق کے قلوب کا رُخ خالق کی طرف پھیر دیتے اور ان کے باطن کا تزکیہ کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہو۔ اسی لئے ان کے کردار، اعمال، اخلاق میں اثر اور تبلیغ میں ولولہ ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دین کی روح لوگوں میں باقی ہے۔

علی الہجویری داتا صاحبؒ، مجدد الف ثانیؒ ان ہی لوگوں میں سے تھے جن کے مزار آج مرجع خلائق ہیں۔ لیکن اب شیطان نے ان اللہ والوں کے افعال و اعمال کی پیروی سے لوگوں کو دور کر کے ان کا نام بیچنے چند وظائف پڑھ لینے یا پھر ان کی خانقاہوں کو بیہودگی اور شرک کے اڈے بنا دیتے ہیں۔ انسانی تعلیم و تربیت اگر محض کتابوں سے ہو سکتی تو کتاب اللہ کے ساتھ رسول ﷺ کو معلم بنا کر بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی ہر فن کو سیکھنے کے لئے کسی ماہر فن استاد کی ضرورت ہوتی ہے صراط مستقیم کی نشاندہی میں کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کیا گیا ہے۔ ع

لکھ کر ہزار کتاباں پڑھیاں ظالم نفس نہ مردا ہو

نفس اور شیطان جیسے دشمنوں سے بچنے، ان کے حملوں اور شرارتوں سے محفوظ رہنے ان کے ورغلانے کے طریقوں کو سمجھنے، مادی اسباب کی دنیا میں رہ کر مسبب الاسباب کی قدرتوں پر ایمان لانے آخرت پر نظر اور رضائے الٰہی کی طلب رکھنے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کا جذبہ قلوب میں پیدا کر لینے کے لئے کسی ماہر روحانیت استاد ولی اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی صحبت میں یہ سب اثرات ہوں۔ تربیت میں یہ رنگ ہو کر بندہ الحاد و بے دینی کے سیلاب میں غرق ہونے سے بچ سکے۔ اور جہنم کی بجائے بندے کی منزل جنت ہو جائے ؎

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اللہ والوں کی مثال اُس Reflector کی طرح ہے۔ جن کے وجود فیوض نبوی ﷺ کو منعکس کر کے اپنے

ہم زمینوں کو مستفیض کرتے ہیں T.V. Booster کی طرح جو کہ ان برکات کو اخذ و وصول کر کے اپنے عقیدت مند طالبین حق کو پہنچاتے ہیں۔ اس کائنات کا حسن اور وجود ان ہی لوگوں کے دم قدم سے ہے اہل ایمان کے قلوب انہی کے دم قدم سے روشن اور زندہ ہیں۔ ہاں کھری اور قیمتی چیزوں کی تلاش مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں کیونکہ اصل کے ساتھ نقل بھی ہر جگہ ہوتی ہے۔ تو کیا ہم اس وجہ سے کبھی کسی چیز کا استعمال چھوڑ دیتے ہیں کہ جا بجا اس کی نقل سے واسطہ پڑتا ہے۔ لہٰذا ایسے منعم علیہم لوگوں کی تلاش فرض ہے۔ اگر ایمان اور آخرت محبوب ہو ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

ان ہی اہل اللہ کے بارے میں ارشاد ہے۔

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

"اے میرے فرمانبردارو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو" طوفان نوح میں جو اہمیت کشتیٔ نوح کی ہے۔ وہی آج کی بے دینی میں اہل اللہ اور ذکر اللہ کی۔

شیخ کامل کی نشانیاں :-

عالم ربانی ہو۔ کیونکہ جاہل کی بیعت حرام ہے۔

اُس کا عقیدہ درست ہو۔ کیونکہ انعامات ربی غلط عقیدے والے کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ سنت رسول کریمؐ کا اتباع کرنے والا ہو۔ کیونکہ سارے کمالات حضورؐ کے اتباع سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ شرک ظلم عظیم اور بدعت گمراہی ہے۔ لہٰذا ان کے قریب بھی نہ بھٹکنے والا ہو۔ نیز دنیا دار نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کی محبت اور دنیا کی محبت دونوں ایک دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ علم تصوف کا نہ خود صرف ماہر ہو بلکہ تربیت کرنے کا طریقہ بھی جانتا ہو۔ یہ جب ہی ممکن ہے جبکہ خود کسی سے تربیت حاصل کی ہو۔ حضورؐ سے روحانی تعلق قائم کرا سکتا ہو۔ جو بندے اور رب کے درمیان واحد واسطہ ہے۔

ایسا کامل جب بھی مل جائے تو اُس سے عقیدت محبت و اطاعت کے تین تاروں سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے اور ان خدا رسیدہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت پیران پیرؒ فرماتے ہیں۔ اے راہِ آخرت کے مسافر تو ہر وقت رہبر کے ساتھ رہ۔ یہاں تک کہ وہ تجھے پڑاؤ پر پہنچا دے۔ خدا کے قریب پہنچا دے گا۔ تجھے نیابت عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ تجھے تیرے نبیؐ کے پاس لائے گا۔ اور تجھ کو آپؐ کے حوالے کر دے گا۔ (الفتح ربانی اور سلطان باہوؒ) فرماتے ہیں یاد رکھو۔ فقیر فنا فی اللہ صاحب حضور ہوتا ہے

واحدانیت الٰہی میں غرق کرنا اور مجلس محمدیؐ میں پہچانا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ بلکہ آسان ہے۔ جس شخص کو یہ قدرت حاصل نہ ہو اُسے کامل مکمل کہنا غلط ہے بلکہ وہ راہزن ہے۔" عین الفقر۔

بیعت :۔

ایمان اپنی جان و مال اقتدار ارادے اور خواہشات کے بیچ دینے کا نام ہے۔ اس طرح کا ایمان رکھنے والوں سے اللہ کریم نے جنت کا سودا کر رکھا ہے۔ یوں تو یہ سودا سبھی ایمان والوں نے کر رکھا ہے لیکن قولاً یہ سہی عملاً تو ہم میں سے اکثر اس سے منحرف ہو چکے ہیں لیکن اگر کسی شخص کو کسی وقت بھی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ کسی اللہ والے کے پاس حاضر ہو کر اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پھر سے اس عہد کی تجدید کرے تو اس عہد کو بیعت کہتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے خرید و فروخت کے معاملات میں لوگ رجسٹری کرتے یا اسٹامپ لکھ کر ان پر اپنے دستخط ثبت کر دیتے ہیں کہ اس سودے سے منحرف نہیں ہوں گے بیعت اس عہد کی تجدید ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنی زندگی صرف کریں گے۔

بیعت کی اقسام :۔

بیعت کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود اسلام کی۔ جو شخص بھی اسلام قبول کرتا رسولؐ خدا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرتا۔ بیعت ایمان۔ بیعت جہاد۔ بیعت امارت اور کبھی کئی جنگوں میں موت کے لئے بھی صحابہ اکرامؓ نے بیعت کی۔ بیعت عقبہ اولیٰ۔ بیعت عقبہ ثانی بیعت رضوان وغیرہ تاریخ میں مشہور ہیں۔ ہادی برحقؐ کے بعد خلفائے راشدین کی بیعت تجدید بیعت کی صورت ہے۔ ہر خلیفہ کی اطاعت اور اطاعت کی خاطر یہ عہد کیا جاتا رہا اس وقت جسموں اور قلوب کا نظام یکجا تھا۔ وہی امیر بھی تھا اور تزکیہ نفس بھی اُس کے ذمہ تھا۔ خلافت کی جگہ جب بادشاہت نے لے لی تو جسموں کے نظام کے لئے کسی سے امارت کی بیعت اور کسی عارف باللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر رشد و ہدایت کے لئے بیعت کی جاتی رہی۔

بیعت کی اہمیت

بیعت حضورؐ کی سُنت ہے۔ جس پہ پوری امت کا اجماع ہے۔ اس کے پیچھے تواتر اور توارث ہے اس میں اہل اللہ اس لئے اس کو ایک عام رسم سمجھنا غلط ہے کہ محض خانہ پُری کے لئے بیعت کر لی جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الذین یبایعونک ...... اَجرًا عظیمًا۔ ترجمہ جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے

پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اُسے خدا سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اُسے عنقریب اجر عظیم دیگا۔ (الفتح۔۱۰) بیعت کو توڑنے والے نے اور تو کسی کا نقصان نہیں کیا۔ ہاں اس مقدس عہد کو توڑ کر اپنا سب کچھ بلکہ خود اپنے آپ کو ہی توڑ ڈالا ہے۔

بیعت کا توڑنا :۔

اس عہد کا یہ سلسلہ چونکہ رسول خدا سے لئے گئے عہد کی ہی ایک کڑی ہے۔ جو ان نسبتوں سے حضورؐ سے جا ملتا ہے لہٰذا اس کے نبھانے پر اجر عظیم اور اس کے توڑنے پہ ہلاکت و بربادی کی وعید آج بھی وہی ہے۔ بیعت کا یہ سلسلہ چونکہ جانبین سے ہے کوئی شخص اگر اکیلا اگر یہ تصور کرنے لگے میں نے بیعت کر کے اب توڑ لی ہے تو یہ محض اس کی خام خیالی ہے۔ یہ عہد کی زنجیر تو میدان محشر میں بھی اُس کے گلے میں رہے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وافوا بالعہد ان العہد کان مسئولاً۔ (بنی اسرائیل ۳۴) عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی۔ جہاں عام وعدوں پر وعید ہے۔ بیعت تو محض اللہ سے کئے ہوئے عہد کو ہی نبھانے کا وعدہ ہے جس کی پوچھ بطریق اُولیٰ ہوگی۔

اطاعت پیر و امیر

بیعت کرنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ بھال کر لینا ضروری ہے۔ نہ کہ ہر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جائے۔ لیکن جب بیعت کر لی پھر پیر ہو یا کسی کو امیر تسلیم کیا گیا ہو ہر صورت میں اُس کی اطاعت لازم ہوگی۔ ممکن ہے بعض اوقات کسی بزرگ ہستی کا کوئی کام ہماری سمجھ میں نہ آئے اُس کو پھر بھی اچھائی سے تعبیر کیا جائے۔ تاکہ بدگمانی نہ ہو۔ ورنہ عقیدت میں فرق پڑ جائے گا جو سخت نقصان دہ ہے۔

اطاعت کی چند مثالیں

مروان مدینہ کا گورنر تھا اور حضرت ابوہریرہؓ مسجد نبوی میں مؤذن کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مروان کو عبادت سے ذوق نہیں تھا۔ نماز اس قدر جلدی پڑھتا تاکہ اکثر ابوہریرہؓ اُس سے فرماتے۔ قراۃ میں ایسی جلدی نہ کیا کرو کہ آمین ضائع ہو جائے لیکن اُس پر کچھ اثر نہ ہوتا لیکن اقتداء بدستور اُسی کی کرتے۔ عیدین کا خطبہ چونکہ نماز کے بعد ہوتا ہے لوگ چونکہ اُس کے خطبے سے تنگ تھے۔ لہٰذا وہ خطبہ سننے سے قبل چلے جاتے تھے اس لئے اُس نے نماز سے پہلے ہی خطبہ دینا شروع کر دیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس خلاف سنت عمل پہ ٹوکا۔ لیکن اقتداء پھر بھی اُسی کی کرتے رہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو اسی کوڑے لگائے گئے۔ برسوں قید رہے۔ کیونکہ وہ خلق قرآن کے مسئلے میں عباسی خلفاء کے مخالف تھے۔ لیکن اپنے وصیت نامے میں لکھا مسلمانوں کی اصلاح اسی میں ہے اس فتنہ میں بھی تلوار کے ساتھ اخراج نہ کرو۔ نہ ہی جنگ کرو جب تک کہ معاملہ صریح کفر پہ نہ پہنچ جائے۔

وحی الٰہی نے انتشار اور تفرقہ کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعًا۔ کا حکم ہی اسی لئے ہے۔ کیونکہ اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت ہے۔ جماعت سے علیحدگی کو جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اطاعت امیر کا ہر صورت میں حکم ہے اگرچہ وہ غیر مستحق۔ نااہل فاسق ظالم کوئی ہو۔ بشرطیکہ مسلمان ہو اور بس

جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی اس نے خود اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دیا۔

(ابو الکلام آزاد)

گویا جس کی بھی بیعت کر لی جائے۔ اس کو اپنا رہبر امام پیر یا امیر تسلیم کر لیا جائے۔ پھر اس کی اطاعت ضروری ہے۔ کیونکہ وہی اب جماعت کا مرکز ہے۔ باقی لوگ اس کے ارد گرد دائرے کی شکل میں ہیں جن کی بقاء اسی مرکز کی وجہ سے ہے جو مرکز کے بغیر کسی صورت قائم نہیں رہ سکتے درخت کے ہر حصے کا تعلق بھی اس کے مرکز یعنی جڑ سے ہے۔ اور اس کی برکت سے وہ زندہ ہیں۔ انسانی وجود کے مختلف اعضاء ہیں لیکن سب کی حیات کا سبب صرف قلب ہے۔ جماعتی اور ملی زندگی میں بھی ایک مرکز کی ضرورت ہے۔ جس کی بیعت۔ رفاقت اور اطاعت ضروری ہے۔ جس کی آپ نے بیعت کی ہے اس کو اس مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ جس سے وابستگی ہر حالت میں ضروری ہے۔ ورنہ جماعت کا شیرازہ بکھرنے کا ڈر ہے۔ جس کی ذمہ داری انہی اشخاص پر ہے جو اس مرکز سے سب سے پہلے تعلق توڑنے کا سبب ہے

ایک سے زیادہ بیعت

پہلے بزرگ جن سے آپ نے بیعت کی ہے اس نسبت کی موجودگی میں مزید کسی اور ہستی کی بیعت کی جا سکتی ہے اس کی مثال کسی ایک استاد سے کچھ علم حاصل کرنے کے بعد مزید علم کے لئے کسی اور کے پاس جا کر پڑھنے کی ہے۔ بشرطیکہ پہلے بزرگ سے عقیدت و احترام میں فرق نہ آئے۔ اسی طرح کی مثالیں بزرگان کے عمل میں موجود ہیں۔

سلسلہ

ہمارا سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے نام سے موسوم ہے اس سلسلہ کو باقی تمام سلاسل پہ ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ یہ واحد سلسلہ ہے جسکی

نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتی ہے۔ حضرت صدیق رضؓ جس طرح انبیاء کے بعد تمام مخلوق میں افضل ہیں اسی طرح یہ سلسلہ بھی تمام سلاسل سے افضل ہے اس کی ایک دوسری خصوصیت جو اس کو سب سے ممتاز کرتی ہے وہ روحانی فیض والی ہے۔ نسبت قائم کر لینے کے بعد مرید کہیں بھی بیٹھا اللہ اللہ کرے شیخ سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ جسمانی دوری مانع فیض نہیں بشرطیکہ شیخ سے عقیدت و محبت قلب میں موجود ہو۔

جب کہ باقی سلاسل میں فیض کے لئے جسمانی طور پر بھی سالک کا شیخ کے قریب ہونا ضروری ہے نیز اس سلسلے میں اس روحانی نسبت کی وجہ سے برزخ والے بزرگان کی توجہ بھی شامل ہونے کی وجہ سے بہت تیز ہوتی ہے۔ ہمارا سلسلہ مندرجہ ذیل بزرگوں کے واسطے سے حضورؐ سے مستفیض ہوتا ہے۔ شجرہ مبارک

۱:۔ الٰہی بحرمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲:۔ الٰہی بحرمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳:۔ الٰہی بحرمت حضرت امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ

۴:۔ الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ

۵:۔ الٰہی بحرمت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

۶:۔ الٰہی بحرمت حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ

۷:۔ الٰہی بحرمت حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ

۸:۔ الٰہی بحرمت ابوایوب حضرت محمد صالح رحمتہ اللہ علیہ

۹:۔ الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین حضرت اللہ دین رح

۱۰:۔ الٰہی بحرمت حضرت عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ

۱۱:۔ الٰہی بحرمت حضرت قلزم فیوضات حضرت العلامہ اللہ یار خاں رحمتہ اللہ علیہ

۱۲:۔ الٰہی بحرمت ختم خواجگان خاتمہ فقیر محمد اکرم و من بخیر گرداں و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد و علی الہٖ اصحبہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

نوٹ:۔ مشکلات اور پریشانیوں سے نجات کے لئے شجرہ مبارک پڑھ کر دعا مانگیں انشاءاللہ مشکلات آسان ہوں گی۔

اوراد و وظائف

۱:۔ دن کی ابتدا کلام اللہ سے کریں۔ کچھ نہ کچھ قرآن کریم کا حصہ ضرور پڑھیں۔

۲:۔ چلتے پھرتے کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں۔

۳:۔ درود شریف کم از کم تین تسبیح

۴:۔ استغفار کم از کم ایک تسبیح

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

استغفار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

بیعت

میں نے آپ سے مندرجہ ذیل باتوں کا عہد کیا ہے۔

ا :۔ عقائد کی اصلاح، بدعات اور مشرکانہ رسومات سے بچنا۔

ب :۔ عبادات میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ نماز کی پابندی اور باجماعت نماز ادا کرنے کی کوشش سابقہ نمازوں کی قضا۔

ج :۔ معاملات میں خوف خدا۔ حقوق العباد پورا کرنے کی مکمل کوشش۔

د :۔ اخلاق کی اصلاح۔ جھوٹ سے بچنا۔

ہ :۔ مال حرام سے پرہیز۔ رشوت یا سود وغیرہ سے جیسے بھی حاصل۔

مندرجہ بالا عہد کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

رابطہ :۔

شیخ سے اپنے تعلق و نسبت کو قائم کرنا ہی نہیں بلکہ قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے ملاقات خط وغیرہ جیسی کئی صورتیں ہیں۔ چالیس روز میں کم از کم ایک مرتبہ یہ رابطہ قائم نہ رکھ سکے تو ہم بار اس نازک تعلق کے ٹوٹ جانے کا ڈر ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ اقدامات کریں۔

۱:۔ رسالہ المرشد کی خریداری سے شیخ کی تعلیمات سے ہر ماہ آپ تک پہنچتی رہیں گی۔

۲:۔ حضرت شیخ کے مقرر کردہ احباب۔ صاحب منصب۔ صاحب مجاز وغیرہ کا پتہ کریں۔ جو قریب ہوں اُن سے ملتے رہیں۔

۳:۔ ذکر کے حلقے آپ کے گرد و نواح میں جو قریب ہوں اُن سے ہفتے میں ایک آدھ مرتبہ مل کر ذکر کیا کریں۔ ضلعی ماہانہ اجتماع میں پابندی سے حاضر ہوں۔

۴:۔ مرکزی اجتماعات۔ مثلاً ماہانہ مرشد آباد کا پروگرام، دارالعرفان کے اجتماعات اور لنگر مخدوم جہاں ممکن ہو حاضری دیں۔ لیکن دارالعرفان کے سالانہ اجتماع میں ہفتہ عشرہ کی حاضری لازمی ہے۔

ہدایات برائے معتکفین

حضرت مولانا
محمد اکرم مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اسلام بجائے خود اتنی عظمت رکھتا ہے اپنے اندر یہ اپنے قبول کرنے والے کو براہ راست ذات باری سے متعلق قرار دے دیتا ہے اور کسی بھی انسان کے لئے سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ اُس کا تعلق رب کریم سے ہو جائے یوں تو ساری مخلوق کا تعلق اُس کی ذات کے ساتھ ہے۔ بحثیت مخلوق ہونے کے بحثیت مرزدق ہونے کے ہر آن ہر لمحہ ہر چیز اُس کے علم میں ہے اُس کی نگاہ میں ہے اُس کے دست قدرت میں ہے لیکن یہ تعلق مالک کی طرف سے خالق کی طرف مخلوق کا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ مخلوق بھی اس تعلق سے آگاہ ہو جو تعلق دین حق نے جو تعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسانیت کو بخشا ہے وہ دوسری قسم کا ہے۔

یعنی خالق کا تعلق تو مخلوق کے ساتھ ہے ہی۔ مخلوق بہت کم ہے۔ جو اس تعلق سے آشنا ہو اور یہاں صرف اُسی تعلق سے آشنائی کے معنی مخلوق کی طرف سے خالق سے تعلق استوار کرنے کے ہیں اور یہ بہت بڑی بات ہے جس دعویٰ اسلام میں بے شمار لوگ ہیں لیکن اگر تھوڑا سا خیال کیا جائے تو یوں نظر آتا ہے جیسے بہت سے لوگ بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو مسلمان کہلوانے کے باوجود کلمہ طیبہ کے معنی تک سے نا آشنا ہیں ایمان ماننے کا نام ہے اور ماننے کے لئے جاننا شرط ہے۔ جس شے کو جس بات کو آدمی جانتا ہی نہیں اُسے وہ کیا مانے گا ماننے کے لئے قبول کرنے کے لئے پہلے علم کا ہونا واقفیت کا ہونا اور جاننا شرط ہے۔

توجب کوئی شخص جانتا ہی نہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم کیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معنی کیا ہے جب جانتا ہی نہیں تو وہ غریب مانے گا کب۔ اور یہی عدم واقفیت

جو ہے اسی نے مسلمانوں کو باوجود اسلام کا دعویٰ رکھنے کے کافروں کے دروازے کا گداگر بنا دیا ہے اسلام ان حقائق سے باخبر ہو کر مخلوق کی طرف سے خالق کے ساتھ تعلقات اور واسطہ استوار کرنے کا نام ہے جتنی عبادات رب کریم نے فرض کی ہیں مسلمانوں پہ اُن سب کا لب لباب اور ماحاصل یہ ہے کہ انسان کی طرف سے بھی اللہ کے ساتھ تعلقات استوار ہوں اور جب کسی کو اللہ جل شانہٗ کے ساتھ کوئی ذرہ سی بھی آشنائی حاصل ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلی حقیقت جو اُس پہ آشکارا ہوتی ہے وہ مخلوق ہونے کی حیثیت سے اپنی احتیاج اور خالق ہونے کی حیثیت سے اللہ کی عظمت حتیٰ کہ عبادات میں مثلاً نماز ہی کو دیکھ لیں انسان ساری خدائی سے کٹ کر صرف اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ تو اول سے لے کر آخر تک اُس کے کھڑا ہونے سے اُس کے رکوع و سجود میں اُس کے بات کرنے کے انداز میں سارے کا سارا عجز و نیاز مندی اپنی طرف اور ساری عظمت اللہ کی طرف دکھائی دیتی ہے اسی طرح روزے میں دیکھ لیں کہ انسان کا کھانا پینا سونا جاگنا ہر شے اللہ جل شانہٗ کے لئے بھی اللہ کریم سے اجازت حاصل کرتا ہے بہت بہت زیادہ قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

اور پھر رمضان میں یہ اعتکاف کی سعادت اور بھی اتنا قریب تر کر دیتی ہے کہ زبان کھولنے میں بھی اللہ جل شانہٗ سے اجازت حاصل کرتا ہے۔ لب کشائی بھی اجازت اور اذن کے بغیر نہیں کرتا اور یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ ایک عاجز و بے بس انسان ایک ایسا آدمی جس کو ساتھ کے لوگ بھی کوئی اہمیت نہیں دیتے ایک ایسا آدمی جس کو ماحول اور معاشرہ کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہے اتنی اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ وہ بات کرنے کے لئے بھی براہ راست رب العالمین سے اجازت حاصل کرتا ہے۔ جہاں یہ انتہائی عظمت کی بات ہے وہاں اتنی ہی زیادہ احتیاط کی بھی متقاضی ہے۔

یہ رب کریم کی تقسیم ہے کسی کو کوئی فریضہ دے دیا ہے اور کسی سے کوئی کام لے رہا ہے۔ انسانی وجود میں انسان کی ذات جو ہے وہ ہر آن ہر حال ہر جگہ پہ کسی بھی وقت کسی بھی حال میں اپنی اختیارات سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا انسان ہر حال میں محتاج ہے خواہ وہ کہیں کسی مقصد سے بیٹھا ہو محتاج ہونے میں تو سب شریک ہیں۔ لیکن جنہیں جتنا جتنا قرب نصیب ہوا انہیں اتنا اتنا احساس ہوتا چلا جاتا ہے۔

اور وہ ایسا قادر ہے کہ چاہے تو کسی درخت

ے کسی پتھر سے کام لے لے جس وجود سے جس
ذات سے جس شے سے وہ کام لینا چاہتا ہے اُس
بی استعداد وہ از خود پیدا کر دیتا ہے
عرض کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادات
پنی احتیاج اور اللہ کی عظمت سے آگاہی کے لئے
ہوتی ہیں انسانی مزاج ایسا ہے انسان کا نفس
ایسا ہے کہ یہ جب اُلٹی سمت چلتا ہے تو پھر انہی
عبادات کو جو اس کے عجز کی دلیل ہوتی ہیں انہیں
اپنی بڑائی کی دلیل سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر
یہ دوسری طرف چلا جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ
میری ذات میں کوئی خاص کمال ہے یا میں نے کوئی
اتنی عبادت کی اتنی محنت کی اتنا مجاہدہ کیا میں
کوئی بہت عظیم ہستی ہوں اور یہی وہ گرداب
بلا ہے جہاں بے شمار خلق خدا تباہ ہوئی۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہٗ بر کنار

آپ اندازہ فرمائیں مقصد ہی اُلٹ گیا
مفہوم ہی بدل گیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دیکھیں کہ
جانے والا دار ارقم کو جانے والا حضرت عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اور شخص ہے جاتے والا عمر یہ
سوچتا ہے کہ میں کوئی بڑا شخص ہوں وہ میں
کے لئے انا کے لئے اپنے ایک قومی تشخص کے لئے
اپنے باپ دادا کی رسومات کے لئے مرنے مارنے
کے لئے تیار ہے۔

اور دار ارقم سے پلٹنے والا عمر کہتا ہے میں
کچھ نہیں ہوں واپس آنے والا عمر عظمت باری
کے لئے سر کٹانے کو تیار ہے۔ اسی طرح آپ
صحابہ کرام رض کی زندگیوں کو دیکھیں تو بارگاہ اقدس
میں حاضر ہونے سے پہلے سارے لوگ اکثریت اپنے
آپ کو اپنی ذات کو اجاگر کرنے کے لئے اپنا نام
روشن کرنے کے لئے اپنی بڑائی منوانے کے لئے
شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے واصل ہونے کے بعد روئے زمین پہ
بکھرے ہوئے اُن کے مقابر اور اُن کی قبور آج
بھی اس بات کی گواہ ہیں کہ اُن کا ہر سانس اللہ
کی عظمت کے لئے نکلتا ہے اُن کی ذات کو فنا ہی
کر دیتا ہے۔

تو میرے بھائی اللہ کریم نے اگر یہ سعادت
بخشی ہے اُس نے اپنا نام لینے کی توفیق ارزاں
فرمائی اپنے محبوب بندوں کی مجالس و محافل نصیب
فرمائی ہیں اعتکاف کی سعادت سے بہرہ ور کیا
تو اس کے ثمرات نگاہ میں رکھیئے۔ ایک طرف
انسان یہ سوچتا ہے۔ کہ میں نے اللہ کے لئے گھر
چھوڑا آرام چھوڑا اللہ کے لئے سفر اختیار کیا
روکھی سوکھی کھاتا ہوں بہت محنت کرتا ہوں

شاید میں کوئی بہت بڑا کام کر رہا ہوں یہ منفی سوچ ہے اس کا مثبت انداز یہ ہے کہ نہ میں کچھ ہوں نہ آپ یہ اُس کی نگاہ کرم ہے کہ اتنی مخلوق میں سے مجھے اُس نے اپنے راستے پر نکلنے کی توفیق نصیب فرمائی۔ مجھے اپنی یاد میں بیدار رہنے کی سعادت نصیب فرمائی اپنی رضا کے لئے اپنے قرب کے لئے مجھے ایک ایسے راستے پر لگا دیا جو ہر آن ہر لمحہ اُس کی بارگاہ قدس کے قریب تر کرتا جا رہا ہے تو اگر اس طرح سوچا جائے تو اپنی بڑائی کے بجائے اللہ کا احسان نظر آتا ہے جو ایک حقیقت ہے تو اگر دوسری طرح سوچا جائے تو یہ ایک فریب نفس ہے۔ دھوکا ہے نفس کا۔ مجھ سے آپ سے دنیا میں لوگ حسین بھی ہیں عالم بھی ہیں دولت مند بھی زیادہ ہیں ہم سے آپ سے محنت کرنے والے بھی زیادہ ہیں لیکن اُن کی محنتوں کو کہاں لگا دیا اُن کی عقلوں کو کہاں کھو دیا ان کے دن رات کے مجاہدے کو کس سمت لگا دیا۔

یہ ہمارے پاس سے سڑک گزر رہی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ساری رات موٹریں گزرتی رہتی ہیں یہ کیا کم مجاہدہ ہے لوگوں کا کہ ساری ساری رات سارا سارا دن موٹر کے سٹیرنگ ویل کو تھامے ہوئے گزار دیتے ہیں کس لئے محض چند لقمے حاصل کرنے کے لئے وہ مجھ سے آپ سے زیادہ جاگتے ہیں۔ محنت کرتے ہیں ہم مسجد میں بیٹھ کر اونگھ رہے ہوتے ہیں وہ اگر اونگھیں تو موٹر سمیت تباہ ہو جائیں بڑے ہوشیار ہو کر بیٹھے ہوتے ہیں لیکن اس کا حاصل کیا چند سکے۔ اُن کا بھی تو خالق وہی ہے پتہ نہیں کیوں اُنہیں اُس طرف لگا دیا حالانکہ محنت زیادہ ہو رہی ہے۔ مجاہدہ اس سے کڑا ہے۔

اور یہ ہم پر آپ پر کتنا احسان فرمایا کہ ہم آرام سے بیٹھے ہیں مسجد میں بیٹھے ہیں سو جاتے ہیں تو کہتا ہے کہ تیرا سو جانا بھی میرے لئے ہے۔

اسلام نام ہی خود سپردگی کا اپنے عجز سے واقفیت کا ہے اور پھر تصوف روح ہے اسلام کا بھی۔ تصوف کی ابجد ہی یہی ہے کہ میں کوئی شے نہیں ہوں تمام کمالات تمام احسانات اللہ ہی کی طرف سے ہیں جیسا کہ افتتاحی جملہ ہی اللہ کی کتاب کا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

یہ تمام اچھائیاں یہ تمام بڑائیاں تمام عظمتیں اُسی کے لئے ہیں جو کائنات میں عظمتیں اور اوصاف تقسیم فرماتا ہے کسی میں کسی جگہ کوئی کمال بھی ہے تو وہ اُسی کا عطا کردہ ہے۔

تو میرے بھائی اپنے اوقات کو اس طرح مدنظر رکھو کہ مجھ آپ کو کسی نے توفیق عطا فرمائی

ہے کس نے ہمیں یہ موقع بخشا ہے کہ ہم اُس کی معرفت کو حاصل کریں اور اس دور میں جس میں ہم بیٹھے ہیں اس دور میں معرفت باری کی تلاش و جستجو کا دل میں پیدا ہو جانا یہ اتنی بڑی عظمت ہے کہ اس کا شکر ادا کر نہیں کیا جا سکتا۔

یہ دور بہت بُعد اور دوری کا دور ہے۔

میں نے عرض کیا ناکہ جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں وہ کلمے کے دو جملوں تک سے آشنا نہیں ہیں کتنی اکثریت ہے ان لوگوں کی اور اگر اس پر تھوڑا سا غور کیا جائے تو کپکپی طاری ہو جاتی ہے کہ کیا بنے گا ان لوگوں کا کیسے اپنا ایمان ثابت کریں گے میدان حشر میں جاتا ہی جو نہیں ہے اُس کا ایمان کیا ہے۔

اس دور میں اتنی عظیم نعمت کا تجسس جس نے دیا ہے اس راستے پہ جس نے لگایا ہے وہ منزل سے دور نہیں رکھے گا۔ خالی نہیں چھوڑے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اُس کی عظمت پیش نظر رہے اور اپنا عجز اپنی احتیاج اور اپنے محتاج ہونے پہ نگاہ ہر آن ہو ہر گھڑی ہو۔

اپنے اوقات کو اُس کی یاد میں بسر کریں۔

مستحبات تک کا خیال رکھیں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بارے علماء حضرات اور جاننے والے ساتھیوں سے میری گزارش ہے کہ تمام ساتھیوں کو اس اعتکاف کے چھوٹے سے چھوٹے مسائل اور مستحبات تک دن کی مجلسوں میں ضرور آگاہ کریں اور اپنی طرف سے پوری محنت کریں خداوند عالم آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اپنی رضا اور اپنا قرب نصیب فرمائے۔

آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نظام صدیقی

دوزخ ۔۔ ارضی

لاکھوں افراد "مُردار خوری" پر جی رہے ہیں۔

دورِ حاضر کے بدنصیب انسانوں کی لرزہ خیز کہانی۔

میکسیکو سٹی گزشتہ ماہ عالمی فٹ بال کپ مقابلوں کے حوالے سے پوری دنیا کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ دنیا بھر میں لاکھوں ٹیلی ویژن سیٹوں کے گرد فٹ بال کے کروڑوں متوالے میکسیکو سٹی سے براہ راست اپنے پسندیدہ کھیل کے مقابلے اور ان مقابلوں کو دیکھنے والے خوش وقتوں کے جوش و جذبے اور زندگی سے بھرپور رنگ کے مناظر دیکھ کر بڑے محفوظ ہوئے۔ پانچوں براعظموں میں بہت کم لوگوں کو یہ احساس ہوگا۔ کہ دو کروڑ ۳۰ لاکھ نفوس کی آبادی پر مشتمل میکسیکو سٹی کے نزدیک لاکھوں بدنصیب افراد ایسے بھی موجود ہیں جو اس وسیع و عریض اور بلند و بالا شہر کے کوڑا کرکٹ پر پلتے ہیں اور نجس کیڑے مکوڑوں سے بھی بدتر اور بے قعت زندگی گزار رہے ہیں۔

ان لاکھوں بدنصیبوں کی زندگی کے طور طریقے بڑے روح فرسا اور ہولناک ہیں۔ ان کی دل دہلا دینے والی زندگی دنیا بھر کے لئے سربستہ راز رہی ہے کوڑا کرکٹ پر پلنے والے ان لاکھوں بدنصیب انسانوں کی لرزہ خیز حالت پر سے پردہ کیلی فورنیا کے اخبار "سنڈے ہیرالڈ" نے اٹھایا ہے۔ اس ہولناک سچی داستان کے مصنف ٹام ویبز ...... نے اپنی زندگی کو ہتھیلی پر رکھ کر میکسیکو سٹی کے مضافات میں آباد "دوزخ ارضی" کے اندر جا کر پہلی مرتبہ تفصیلات جمع کی ہیں، اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونی سیف کے جریدے "ایکشن فار چلڈرن" نے اپنے چوتھے شمارے میں ان تفصیلات کو شائع کر کے دنیا کے ضمیر اور احساس کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اس روح فرسا حقیقی داستان کی تفصیلات ہم قارئین جنگ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

میکسیکو سٹی سے جنوب مغرب کی جانب ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر نیم خشک ٹیکس کو کو جھیل میں دنیا کے اس

سب سے بڑے شہر کا کوڑا کرکٹ برسوں سے DUMP کیا جا رہا ہے۔ دو کروڑ تیس لاکھ نفوس کی آبادی کے شہر سے کوڑا کرکٹ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ برسوں سے اس جھیل میں کوڑا کرکٹ کے سلسلہ در سلسلہ پہاڑوں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس سلسلے کو پیٹ کے دوزخ کو بھرنے والا پہاڑ" یا "دوزخ ارضی" کہتے ہیں یہ محض کوڑے کرکٹ کا ڈھیر نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مجبور مظلوم آبادی کا شہر اندر شہر ہے۔ جس میں لاکھوں بوڑھے، بوڑھیاں، ادھیڑ عمر کے مرد اور عورتیں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، بچے اور بچیاں دنیا کے سماجی اور اخلاقی رسوم و رواج اور عام زندگی کو مجبوراً ترک کر کے اپنے پیٹ کے دوزخ کی آگ کو بجھانے کے لئے دن رات کوڑا کرکٹ کھودتے رہتے ہیں۔ اور اس میں سے کھانے کی چیزیں نکال کر رشتہ جسم و جاں برقرار رکھنے میں مصروف ہیں۔ وہ اسی کوڑا کرکٹ میں سے تلاش کر کے اپنا تن ڈھانپتے اور اوڑھنے بچھانے کا بندوبست کرتے ہیں۔

اس "دوزخ ارضی" میں بیگار کرنے والوں کی اتنی تعداد ہے کہ یہ پوری دنیا میں بیگار کرنے والوں کی مجموعی تعداد کے برابر نہیں تو کسی طرح اس سے کم بھی نہیں ہوگی ہزاروں بن بیاہی ماؤں کے ترک کئے ہوئے بچے اس دوزخ ارضی میں پل کر جوان ہوئے اور یہیں مر کھپ گئے۔ میکسیکو سٹی کے اس سربستہ راز نواحی علاقے میں ہر رنگ و نسل کے لوگ موجود ہیں۔ اخبار نویسوں اور فوٹو گرافروں کو اس وسیع و عریض علاقے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں کہتے ہیں کہ کئی پریس رپورٹر اور فوٹو گرافر کوڑا کرکٹ کے اس شہر کو دنیا سے متعارف کرانے کے شوق جستجو میں اس منحوس شہر کے اندر تو چلے گئے مگر پھر کبھی مڑ کر واپس نہیں آئے۔

اس ہولناک علاقے میں کوڑا کرکٹ کریدنے والوں کی قوم، نسل اور اس پیشے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ کوڑا کرکٹ کے اس شہر کا اپنا قانون، اپنی زبان اپنی اخلاقیات اور اپنی رسوم و رواج ہیں۔ جن سے باہر کی دنیا کو نہ تو کوئی سروکار ہے نہ ہی اس شہر خانہ خراب کے کرتا دھرتا کسی کو اپنے رازوں سے واقف ہونے دیتے ہیں۔ ان کے راز افشاں کرنے کی سزائیں انتہائی ہولناک ہیں۔

کوڑا کرکٹ کے اس شہر کو "دنیا سے بے خبر روبوٹوں کا شہر" کہہ سکتے ہیں۔ جہاں ہر عمر ہر نسل کے بھوکے ننگے ہمیشہ سے جب سے یہ شہر آباد ہوا ہے۔ ایک ہی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ گندگی، تعفن اور غلاظت کی پرواہ کئے بغیر کوڑا کرکٹ کو کھودتے رہتے ہیں الٹ پلٹ کرتے ہیں۔ غلاظت کے ان پہاڑوں سے زندگی نکالنے میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں یہ

دھڑکا کبھی نہیں ستاتا کہ کوڑا کرکٹ کے اس پہاڑ میں روزانہ ہسپتالوں سے آنے والی پر از خطر غلاظتوں کا جو اضافہ ہوتا رہتا ہے اس کو کریدتے یا اٹھاتے رکھتے سے وہ بیماریوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ان کا تو بس ایک ہی کام ہے کہ وہ اس کوڑے کرکٹ میں سے برآمد ہونے والی ہر کار آمد شئے کو پہلے ہتھیالیں اور ان کے دن بھر کی محنت سے جمع کیا ہوا سامان کسی بھی صنعت میں کام آکر کسی کار آمد چیز میں تبدیل ہو سکتا ہو!

یہ اندازہ قطعاً نادرست ہوگا۔ کہ تعفن اور گندگی کے ان پہاڑوں میں دن رات کام کرنے والوں کی اپنی محنت سے ہونے والی آمدنی پر انہیں کوئی اختیار ہوگا؟ جی نہیں انہیں تو صرف زندہ رہنے کی ضرورت بھر کا وہ معاوضہ نصیب ہوتا ہے۔

انہیں اس ارضی دوزخ میں داخل ہونے، کام کرنے اور اپنے پیٹ کی دوزخ کی آگ بجھانے کا سامان کرنے کے لئے کوڑے کے ان ہزاروں ٹرکوں پر بیگار بھی کرنا پڑتی ہے۔ جو ہر روز میکسیکو سٹی سے کوڑا کرکٹ لے کر ٹیکس کوکو جھیل کے کوڑا کرکٹ کے پہاڑوں کی سطح کو مسلسل بلند کرتے رہتے ہیں اس علاقے پر جنگجو سرمایہ داروں کی کئی اجارہ داری قائم ہیں۔ ان کے حکم کے بغیر اس علاقے میں کوئی سانس بھی نہیں لے سکتا روزی کمانا تو بہت دور کی بات ہے۔ اس علاقے میں رہائش کا حق صرف اس مزدوری کرنے والے کو ملتا ہے جو کار آمد اشیاء جمع کر کے ان اجارہ داروں کے کارندوں کے حوالے کرنے پر تیار ہو۔ جھیل ٹیکس کوکو کے کوڑا کے گھروں پر کسی ایک جنگجو سرمایہ دار کی اجارہ داری نہیں ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ ۲۰ برس پہلے ان اجارہ داروں میں اپنی اپنی اجارہ داری کو وسعت دینے اور اس کا تحفظ کرنے کے لئے طویل خونریز لڑائیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا تھا جو برسوں جاری رہا اس میں سیکڑوں بے گناہ کوڑے کے ڈھیروں میں دفن ہو گئے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اجارہ داری کی ان لڑائیوں میں کتنے لوگ مارے گئے جو لا پتہ ہو گئے ان کو تلاش کرنے اور رونے والا کوئی نہ تھا۔ ان لڑائیوں کے نتیجہ میں دو تین جنگجو مالدار ایسے تھے۔ جنہوں نے اس ارضی دوزخ میں دو تین بادشاہتیں قائم کر لیں۔ یہ بادشاہتیں اب کوئی ۱۵ سال سے قائم چلی آرہی ہیں۔ میکسیکو کے حکام "ارضی دوزخ" کے معاملات میں مداخلت کرنے سے گریز کرتے رہے ہیں۔ وہ ارضی دوزخ کے بادشاہوں سے ٹنٹا مول لے کر مصیبت میں نہیں پڑنا چاہتے۔

میکسیکو سٹی کی ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ کی آبادی "کوڑا کرکٹ کے شہر" کے وجود سے پوری طرح واقف ہے۔ لیکن وہ لوگ اس کے بارے میں گفتگو یا اس پر بحث

کرنے سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ میکسیکو سٹی کے باشندوں کی بڑی تعداد "کوڑا کرکٹ کے شہر" کو "سماجی سرطان" سمجھتی ہے اور چاہتی ہے کہ یہ سربستہ راز ہی رہے تو اچھا ہے۔ میکسیکو سٹی میں بہت کم لوگ ایسے ملیں گے۔ جو "کوڑا کرکٹ کے اس شہر" کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں وہ اس پر تبصرہ بھی کریں گے تو چند لفظوں میں "وہ قابل نفرت اور ہولناک دوزخ" چھوڑیں۔ کسی اور موضوع پر بات کریں۔ ٹام ویبر نے ایک سرکاری اہلکار سے جب اس قابل نفرت اور ہولناک علاقے کے بارے میں استفسار کیا۔ تو اس نے کہا" جو لوگ اس کوڑا کرکٹ کے شہر کو چلا رہے ہیں۔ وہ ہمارے ملک کے سیاست دانوں اور حاکموں سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہیں وہ اتنے سفاک لوگ ہیں کہ ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں" وہ کوڑا کرکٹ سے برآمد ہونے والے ایک تار سے لے کر کوڑا کرکٹ کریدنے والوں کی زندگیوں تک پر قدرت رکھتے ہیں "کوڑا کرکٹ کے ان وسیع و عریض اور بلند و بالا ڈھیروں نے بہت سوں کی قسمتیں بدل دی ہیں ان کی وجہ سے رشوت اور بدعنوانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہیں۔ ان میں سے بہت سے بالکل قلاش تھے جواب کروڑ پتی بن گئے ہیں مگر بے چارے کوڑا کرکٹ کریدنے والے آج بھی غلاظت کے ڈھیروں سے غذا نکال کر کھانے پر مجبور ہیں"

بائبل کو سینے سے لگائے ایک پادری نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا کہ "اسی کوڑا کرکٹ سے چند لوگوں نے اتنی پیسے کا چرچ کیا کر رہا ہے تو پادری نے کہا "اگر میں لامذہب ہوتا تو اندازہ مگر فضول دولت کے ان متوالوں نے لاکھوں مفلس اور ناداروں کو بے پناہ اور ناقابل بیان اذیتوں میں مبتلا کیا ہوا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ اس لعنت سے نجات کے لئے آپ میں کہتا کہ کوڑا کرکٹ کریدنے والوں کو خداوند نے فراموش کر دیا ہے۔ لیکن میں کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات پر یقین اور بھروسہ رکھتا ہوں اس لئے میں یہ کہوں گا کہ "خداوند تعالیٰ نے تو ان بدنصیبوں کو فراموش نہیں کیا لیکن چرچ نے ان کو فراموش نہیں بلکہ قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔

پادری کے مطابق اس پورے قصے کا سب سے اذیت ناک پہلو یہ ہے کہ چرچ سے تعلق رکھنے والے "ارضی دوزخ" میں داخل ہونے کے روادار نہیں ہیں وہ اس میں جانے سے گھبراتے ہیں یا انہیں اس کے تصور سے شدید کراہیت آتی ہے۔ جب صورت یہ ہو تو مصیبت کا علاج کون کرے؟

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کی جیب پر پیسے ہیں اور جو بھوک، افلاس اور فاقہ کشی کی مسلسل اذیت سے نہیں گزرے انہیں ٹیکس کو کو جھیل کی" دوزخ ارضی" میں زندگی گذارنے والوں کی مجبوری کا اندازہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ دوزخ ارضی میں کچھ عرصہ

گزارا کرنے والے ایک ۲۶ سالہ میکسیکن فنکارہ کا کہنا ہے کہ بیروزگاری بھوک افلاس اور مسلسل فاقہ کشی کی ایک شکل یہ بنتی ہے۔ جب انسان سوچتا ہے کہ "بھوکے پیٹ جنت میں رہنے سے بہتر ہے کہ دوزخ میں رہے۔ اور پیٹ بھرے" بس یہی وہ سچی تصویر ہے۔ جو ٹیکس کو کو جھیل کے دوزخ ارضی میں رہنے والوں کی تصویر کہی جا سکتی ہے۔ فنکار کا کہنا ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ میکسیکو سٹی آیا تو مجھے کوئی کام نہیں مل سکا۔ میں بھوکا مارا مارا پھرتا رہا جب پیٹ کی آگ بجھانے کا کوئی ذریعہ اور وسیلہ میسر نہ آیا تو مجھے دوزخ ارضی میں کوڑا کرکٹ کھود کر اس سے غذا نکال کر کھانے سے مجبور ہونا پڑا۔ جناب! جب آپ کئی وقت کے فاقے سے ہوں تو غلاظت اور نجاست میں پڑا ہوا روٹی کا ٹکڑا بھی آپ کو نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوتا ہے۔

ویبر نے جب فنکار سے پوچھا کہ کوڑا کرکٹ کھود کر پیٹ کی آگ بجھانے پر مجبور لوگ تو بڑے مایوس اور مشتعل لوگ ہوں گے؟ تو فنکار نے بڑی مایوسی سے سر کو جھٹک کر گلوگیر انداز میں کہا: "ارے انہیں تو اپنے بارے میں انسان ہونے کا گمان تک کئے ہوئے زمانہ گزر گیا وہ اس حقیقت کو قطعاً فراموش کر چکے ہیں۔ کہ وہ انسان ہیں انہیں اب نہ غصہ آتا ہے اور نہ ان میں انا باقی رہی ہے۔ اور نہ ہی انہیں انسانی عزت و وقار کی کوئی پرواہ یا پاس ہے۔ وہ تو بس روبوٹ بن کر رہ گئے ہیں۔

ان میں سے ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو جلدی امراض میں مبتلا نہ ہو۔ پیٹ کی بیماریاں اور ہر قسم کی دوسری بیماریاں ان کا مقدر بن چکی ہیں اور وہ ان سب کے باوجود قانع ہیں۔ ایک بوڑھے شخص سے جس کی گردن اور چہرے پر بڑے ہولناک گومڑے ابھرے ہوئے تھے جب یہ سوال کیا گیا کہ دوزخ ارضی میں رہنا اس کو کیوں پسند ہے؟ تو اس نے کہا مجھے زندگی بھر جب میکسیکو سٹی میں روزگار میسر نہیں آ سکا تو میں یہاں چلا آیا۔ اب میں سارا دن کھاتا ہوں۔ بھوکا نہیں سوتا اور شہر کی نسبت بڑے اطمینان کی زندگی گزار رہا ہوں کوڑا کھود کر پیٹ کا دوزخ بھرنے والوں سے بیگار لینے والے ایک کارندے نے بڑے فخر سے دعویٰ کیا کہ "میرے سردار (مالک) نے اس "ارضی دوزخ" میں کام کرنے والی نوخیز لڑکیوں اور قبول صورت عورتوں سے چار سو بیٹے اور بیٹیاں پیدا کی ہیں میرے مالک کی اجارہ داری کے علاقہ میں کوئی ایک بھی کم عمر عورت ایسی نہیں ہے۔ جو اس کے حرم میں نہ رہی ہو وہ بڑا صاحب اثر شخص ہے۔ میکسیکو کی تمام مقتدر شخصیتیں اس کی دوستی کا دم بھرتی ہیں اور وہ عیش کرتا ہے" کوڑا کرکٹ کھودنے والوں کی زندگی اس غلاظت سے بھی زیادہ بے وقعت ہے۔ جس پہ وہ پل رہے ہیں۔

آپ اگر اس علاقے میں جائیں تو یہ دیکھ کر آپ خوف اور دہشت سے لرز اٹھیں گے کہ پانچ پانچ چھ چھ سال کی عمر کے پھول جیسے نازک بچے تعفن اور گندگی کے ان ڈھیروں کو کھود کھود کر اپنی پسند کی چیزیں نکال رہے ہیں انہیں بالکل خبر نہیں ہے۔ کہ کس کس خبیث بیماری کے موذی جراثیم ان کے سانس اور غذا کی

صورت میں ان کے جسموں میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس علاقے میں سماجی قیود کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ماریا نامی ایک عورت کے پانچ مختلف مردوں سے آٹھ بچے ہوئے ان میں سے چار زندہ ہیں ایک بچہ سلگتے ہوئے کوڑے کرکٹ میں گر کر زندہ جل مرا۔ اس ماں نے وہ گڑھا دکھایا جہاں اس کے آٹھ میں سے ایک ہنستا کھیلتا بچہ آگ کے الاؤ میں گر کر مدد کے لئے چلاتا چلاتا مر گیا۔ مگر کسی نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی

اس دوزخ میں رہنے والے واقعی عجیب و غریب مخلوق ہیں وہ سلگتے ہوئے کوڑے کے پہاڑوں کے نیچے ٹین کی چھتوں اور دیواروں والی جھگیوں میں رہتے ہیں کوڑے کی آگ کی تپش سے یہ جھگیاں اتنی گرم ہو جاتی ہیں کہ ان پر تندور کا گمان ہوتا ہے۔ ان جھگیوں کے اردگرد حادثات ہونا روزانہ کا معمول ہیں لوزا نامی ایک عورت نے بتایا کہ اس کی ٹین کی جھگی کے باہر ایک گڑھے میں سے اچانک شعلے بلند ہونے لگے نزدیک ہی اس کا معصوم بچہ کھیل رہا تھا وہ آگ سے بچنے کی کوشش میں کھسک کر پیچھے تو اس گڑھے میں گرنے سے بچا مگر ایک شعلے سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے پھر اسی میں لڑھک گیا اس کی

ٹانگیں جل کر کوئلہ ہو گئیں اور پھر وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا لوزا نے ٹام ویبر سے کہا تم کوڑا کرکٹ کے سامنے والے ٹیلے پر چڑھ کر خود دیکھو تو تمہیں محسوس ہوگا جیسے تمہارے پیروں کے نیچے جہنم دہک رہا ہو۔

جب تیز ہوائیں چلتی ہیں تو کوڑے کے دہکتے ہوئے ڈھیروں سے شعلے بھڑک کر آگ کے سیلاب کی شکل میں دور دور تک پھیل جاتے ہیں ان کے رخ اتنی تیزی سے تبدیل ہوتے ہیں۔ کہ آگ کے اس سیلاب سے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ جون، جولائی، اگست اور ستمبر کے چار مہینے ایسے ہوتے ہیں۔ جب ٹیکس کوکو جھیل پر تیز ہوائیں چلتی ہیں جو کوڑے کے ڈھیروں میں سلگتی ہوئی آگ کو بپھرے ہوئے آتشیں سمندر میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ بہت سے بچے اور بوڑھے آگ کے اس سمندر کی لہروں میں بہہ جاتے ہیں۔ ان کی لاشیں تک نہیں ملتیں اور بہت سوں کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ کبھی ان کا وجود تھا بھی یا نہیں؟

اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونی سیف کی مالی امداد سے کوڑا کرکٹ پر پلنے والوں کو تھوڑی بہت طبی امداد میسّر آتی ہے۔ لیکن یہ بھی بہت کم لوگوں کو مل پاتی ہے۔ اس لئے کہ بیگار لینے والوں کے کارندے جنہیں SOPLONES کہا جاتا ہے۔ ان بے یارومددگار لوگوں کو ڈرا دھمکا کر طبی امداد کے حصول سے بھی باز رکھتے ہیں۔ ان بدنصیبوں کا اجنبیوں سے ربط ضبط قطعاً ممنوع ہے انہیں معلوم ہے کہ "سوپ لونز" کی ہدایات سے انحراف موت بلکہ اذیت ناک موت کے مترادف ہے۔

کوڑا کرکٹ کریدنے والوں کی زندگیوں پر سوپ لونز کو مکمل اختیار اور کنٹرول حاصل ہے۔ یہ لوگ "فورمین" کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ دراصل فورمین ان کمپنی کے مخبر ہوتے ہیں۔ جن کی ٹیکس کوکوچیں کی دوزخ کے مختلف علاقوں پر اجارہ داری تسلیم کی جاتی ہے یہ لوگ بہت اچھے اور آرام دہ گھروں میں رہتے ہیں۔ انہیں میکسیکو سٹی کے بہترین ہوٹلوں اور فوڈ اسٹورز سے کھانے پینے کی اشیاء فراہم کی جاتی ہیں اور انہیں "دوزخ ارضی" میں کام کرنے والی ہر لڑکی کو اپنے حرم میں رکھنے کا اختیار اور کھلی آزادی ہے۔

اس دوزخ ارضی میں نہ تو رومانس یا محبت کا کوئی تصور ہے نہ ہی جلبی حجاب نام کی کسی شے کا کوئی وجود ہے نوعمر سے لے کر بڑی عمر تک کے مرد اور عورتیں جانوروں سے بدتر زندگی گزارتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شرم کسی قسم کی حیا اور تکلف نہیں برتتے۔

ان بدنصیبوں کی مجبوری کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص کوڑا کرکٹ میں سے نکالی ہوئی غذا کے علاوہ کوئی بھی چیز چرانے یا چھپانے کا مرتکب پایا جائے تو اسے سخت سزائیں دے کر یا تو علاقہ بدر کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ پھر اس کو پینے کے پانی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اگر "جرم" کی نوعیت "سوپ لونز" کی نظر میں سنگین ہو تو وہ اول تو اس بدنصیب شخص کی ایک ایک پائی چھین لیتے ہیں اور پھر اس کو آگ شعلوں میں دھکیل کر بھول جاتے ہیں۔ کہ کبھی جرم کرنے والے کا کوئی وجود تھا بھی یا نہیں۔

۱۹۶۸ء سے ٹیکس کوکوچیں کے اس اذیت ناک ماحول میں کام کرنے والی ایک بوڑھی عورت کا کہنا ہے کہ دوزخ ارضی میں قتل و غارت نہایت معمولی اور ناقابل توجہ بات ہے راتوں کو لوگوں کی ہولناک چیخوں کی آوازیں ضرور سنائی دیتی ہیں۔ اس بات کی کھوج کبھی کوئی نہیں کرتا کہ کل رات کون چیخ پکار کر رہا تھا اور اس کا حشر کیا ہوا؟

دنیا کے تمام ہی ملکوں میں خواہ وہ ترقی یافتہ ہوں یا ترقی پذیر مزدوری کے اوقات کار اور چھٹیوں کے دن مقرر ہیں لیکن ٹیکس کوکوچیل کی دوزخ ارضی

ایک ایسا علاقہ ہے جہاں ہفتے کے ساتوں دن طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک لوگوں کو کام کرنا پڑتا ہے وہ کوڑا کرکٹ میں موجود ہر وہ چیز نکال کر "سوپ لونز" کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو کسی بھی کارخانے میں استعمال کے لئے قابل فروخت ہو۔

مرد، عورتوں اور بچوں کو بلا تخصیص اور کسی قسم کی کراہیت کا اظہار کئے بغیر ہسپتالوں سے آنے والی ہر قسم کی آلائشوں کو کریدنا پڑتا ہے۔ تاکہ اگر ان کے ساتھ مل کر کوئی قابل استعمال چیز آگئی ہو تو وہ نکال لی جائے۔ ایک سولہ برس کی لڑکی سے جب پوچھا گیا۔ کہ وہ ہسپتال سے آنے والی آلائشوں کو کریدنے میں کراہیت محسوس نہیں کرتی؟ تو اس نے اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر کہا "یہ بڑا ظالم ہے جب یہ کھانے کو مانگتا ہے تو ہر چیز اچھی لگنے لگتی ہے۔

تمام دیر کہتے ہیں کہ ٹیکس کو کوکی دوزخ ارضی میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ پو پھٹنے سے غروب آفتاب تک کوڑے کے ٹرکوں کی مسلسل آمد و رفت سے اس راستے پر گرد و غبار کے بادل چھائے رہتے ہیں۔ ہم گرد و غبار کی آڑ میں اس جہنم میں داخل ہوئے مجھ سے لوگوں نے کہا کہ میں جلدی جلدی اپنی تصویریں بناؤں اور رفو چکر ہو جاؤں تفصیلات جمع کرتے کرتے مجھے دوپہر ہو گئی میں نے وہاں سے فرار کی وہی راہ اختیار کی جو کوڑا کرکٹ کھودنے والے بدنصیبوں نے مجھے بتائی تھی۔ جب میں واپس آ رہا تھا تو مجھے کوڑا کرکٹ کریدنے والوں کا ایک نیا جتھہ مل گیا۔ انہوں نے مجھے مدعو کیا کہ میں ان کے ساتھ "مردار طوطے" کا گوشت کھاؤں میں نے سانپ سے کتے کے گوشت تک زندگی میں ہر چیز کھائی ہے۔ لیکن LOROS طوطا کبھی نہیں کھایا تھا۔ انہوں نے ٹین کی ایک زنگ آلود شیٹ اٹھائی اور اس کے نیچے آگ روشن کر دی اس آگ سے بدبو کے ایسے بھبکے اٹھ رہے تھے کہ ان کو برداشت کرنے کا تصور بھی محال ہے پیپ بھرے پھوڑوں سے بھرے ہوئے ہاتھوں والے میرے میزبانوں نے وہاں دور دور تک بکھری ہوئی شیشیوں کو اور چکنائی کے ڈبوں کو جمع کیا اور ان میں انگلیاں ڈال ڈال کر ان میں موجود تمام مارجرین اور مکھن ٹین کے توے پر ڈال دیا اور اس پر مردہ طوطے کو چھوڑ دیا ان میں سے چند میزبان دور دور تک بکھری ہوئی گلی سڑی سبزیاں، سڑا ہوا گوشت اور مچھلی کے سر اٹھا لائے اور اس کو بھی طوطے کے ساتھ تلنے لگے میرے لئے یہ سب ناقابل برداشت تھا لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ اپنے پیٹ کی دوزخ کی آگ کس طرح بجھاتے ہیں جب وہ "باؤلی ہنڈیا" تیار ہو گئی تو ایک مدقوق بوڑھا جو قابل تصور تمام امراض خبیثہ میں مبتلا رہا ہو گا۔ طوطے کی ٹانگ سے کر میری طرف بڑھا اور بولا پیارے طوطا کھاؤ اور موج اڑاؤ"

میری ہچکچاہٹ دیکھ کر اس نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا ہذیانی انداز میں زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "کیوں بھئی کیوں نہیں کھاتے یہ کھا کر تم مر تو نہیں جاؤ گے" اس قہقہہ اتنا زہریلا تھا۔ کہ میرا پورا جسم لرزا اٹھا مجھے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب نفرت انگیز چمک دکھائی دی جس میں مجھے دوزخ ارضی کے باسیوں کے دلوں میں ترقی یافتہ تہذیب اور انسانیت کے خلاف بھڑکتے ہوئے خوفناک شعلے صاف نظر آ رہے تھے۔

یہ شعلے میکسیکو سٹی کے نواح میں واقع "دوزخ ارضی" کے کوڑا کرکٹ سے بلند ہونے والے شعلوں سے کہیں زیادہ ہلاکت خیز ہو سکتے ہیں دنیا بھر میں تہذیب اور ترقی کے دعویداروں کو ان کی پستی کا احساس دلانے کے لئے تیسری دنیا میں میکسیکو سٹی ہی نہیں اور بہت سے شہر ایسے ہیں جہاں ٹیکس کو کو تحصیل جیسے جہنم ہوں گے کلکتہ ریوڈی جینیرو قاہرہ، بنکاک او نیلا کے ارد گرد بھی ایسی ہی دوزخوں کا وجود ناممکن نہیں مگر زندگی کی آسائشوں اور دیگر مصروفیات میں مگن لوگ ان پر توجہ کیوں دیں؟ یہی اس دور کا سب سے بڑا المیہ ہے جس پر صرف حساس لوگ ماتم ہی کر سکتے ہیں۔

بقیہ روزے کے رُوحانی تقاضے

ہماری بربادی کیسی المناک ہے ؟ کس طرح حقیقت ناپید اور عمل صحیح مفقود ہو گیا ہے ؟ اس سے بڑھ کر شریعت کی غربت اور احکامِ الٰہی کی بے کسی کیا ہوگی کہ مسلمانوں نے یا تو اسے بالکل چھوڑ دیا ہے یا لباس لے لیا ہے اور صورت چھوڑ دی ہے آہ! یہ کیسی رُلا دینے والی بدبختی اور دیوانہ بنا دینے والا ماتم ہے کہ یا تو اس کے حکمرانوں پر عمل نہیں کرتے۔ یا کرتے ہیں تو یوں گویا خدا سے ٹھٹھا اور تمسخر کرتے ہو۔ جب یہ حالت یہاں تک پہنچ چکی ہو تو تنزل کا شکوہ کیوں اور تباہی ملّت کی شکایت کیا:

صوم ہے ایمان سے ایمان رُخصت صوم گم
قوم ہے قرآن سے قرآن رُخصت قوم گم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیرینہ سالہ پیرے

ڈاکٹر محمد حامد

مدتیں ہوئیں یہ مصرعہ پڑھا تھا۔ ع۔ دیرینہ سالہ پیرے بہ روش بیک نگاہے۔

یہ کب معلوم تھا کہ یہ مصرعہ کسی روز میری زندگی کے ایک نئے دور کا عنوان بن جائے گا۔ یہاں تو معاملہ اس سے بھی فزوں تر تھا کہ پنجاب کے ایک دورافتادہ دیہات کی چھوٹی سی مسجد میں موسم سرما کی فجر کی نماز 'بردن' (رے اترنے) کا سامان کر گئی تھی۔ نیم تاریک فضا میں آخری صف میں کھڑا تھا اور امام کی قرأت میں حضرت موسیٰؑ کا بھیڑوں کو پانی پلانے کا واقعہ سنایا جا رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا۔ کہ میری روح کے گلّے کو پانی پلایا جا رہا ہے۔ آنکھوں سے وہ جھڑی لگی کہ پاؤں تک بھیگ گئے سلام پھیرا تو پتہ چلا کہ امام خود حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ تھے میں یہ سوچ کر آیا تھا کہ سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر فیصلہ کروں گا۔ دو چار بار حاضر ہوں گا۔ جی لگا تو بیعت کر لوں گا۔ ورنہ خود اپنے " انا " کے طلسم سے آسانی سے کب نکلا جا سکتا ہے۔ یہاں تو بن دیکھے ہی ہتھیار ڈالے جا چکے تھے۔ نماز ختم ہوئی تو گندمی رنگ اور سفید ریش وہ دیرینہ سالہ شخص نظر پڑا جسے دیکھ کر یہ یقین ہوگیا۔ کہ یہی میرے موسیٰؑ ہیں۔ روح کی بھیڑوں کو پانی پلانے کا وقت آگیا تھا۔

بیعت ہوگئی اور اس کے بعد شفقت و رحمت کا ایک سیلِ بے کراں تھا جو زندگی کی خشک سالی کو سیراب کرتا گیا۔ اور زندگی کے ہر موڑ پہ میری رہنمائی کا سبب بنا۔ بیعت ۱۹۷۶ء میں ہوئی تھی۔ دو ہی برس بعد کوئٹہ میں اچانک دل کی تکلیف ہوگئی۔ راولپنڈی اباجان کو بذریعہ ٹیلی گرام اطلاع ملی تو میرے اکلوتے بیٹے ہونے کے ناطے ان کی تشویش و پریشانی ظاہر تھی اباجان اسی وقت منارہ روانہ ہو گئے۔ ان کا بیعت کا تعلق پہلے کا تھا۔ میری علالت کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ اباجان کی بے حد دلجوئی فرمائی اور اسی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں روحانی طور پہ پیش کر کے روحانی بیعت کروائی۔ اس سے

بڑھ کر کیا دلجوئی ہو سکتی تھی۔ مجھ حقیر کے بارے میں بھی وہ کلمات فرمائے کہ والد گرامی کے مجروح دل پر پھاہا رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور میں چند دنوں ہی میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ دل کی تکلیف کے مابعد اثرات رہے لیکن الحمد للہ۔ دوبارہ دورے کی وہ کیفیت نہ ہوئی۔

درد دل کا بھلا ہو کہ ایک بار راولپنڈی میں امراض قلب کے قومی ادارے میں داخل ہوا کہ انہی دنوں میں حضرتؒ بھی وہیں موجود تھے۔ صرف ایک دیوار کا فاصلہ تھا۔ آپ کی توجہات جوان دنوں میں بغیر میری جانب سے کسی کوشش کے حاصل رہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو کبھی کبھی مجاہدات تو درکنار عام معمولات کی پابندی کا پابند بھی کم ہی کر سکا ہوں۔ رہی سہی کسر دل کی تکلیف کی وجہ سے پیدا جسمانی کمزوری نے پوری کر دی۔ اپنی تمام تر نالائقیوں کے باوجود جو بے پناہ شفقت آپ کی جانب سے ملتی رہی اس کا اظہار لفظوں میں کہاں ممکن ہے ایک جھلک دکھاؤں کہ ایک بار قادری صاحب کے یہاں حضرتؒ کھانا تناول فرما رہے تھے میں پہنچا تو ساتھ بٹھا کر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے میں شریک فرما لیا۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اس کھانے کی حلاوت کام و دہن میں اب بھی محسوس ہوتی ہے۔

علامہ اقبالؒ سے میرا بڑا پرانا قلبی تعلق ہے ایک بار پشاور سے چکڑالہ حضرتؒ کے ہمراہ سفر میں ساتھ کا اتفاق ہوا۔ راستے میں کئی سوالات پوچھنے کی سعادت ملی۔ علامہؒ کے بارے میں ذکر ہوا تو فرمانے لگے کہ اچھا شاعر تھا ساتھ ہی جواب شکوہ کے اشعار بھی پڑھے فرمایا کہ "نجات میں ہے لیکن دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہیں جا سکتا منہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔" مجھے یہ بات بعد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ علاّمہ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی لحد مبارک پر حاضر ہوئے تو اندر نہ گئے اور فرمایا کہ میں غیر مشرع چہرہ ہونے کی وجہ سے اندر حاضری کی جرأت نہیں پاتا۔" حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے علم میں یہ بات نہ تھی آپ نے یقیناً کشفاً ارشاد فرمایا تھا۔

ایک بار وساوس کے ہجوم نے یوں آن لیا کہ دو تین ماہ نہایت پریشان گزرے۔ میری خوش بختی کہ انہی دنوں حضرت جیؒ اسلام آباد تشریف لائے ہوئے۔ میں نے عرض کیا تو آپ نے کمال شفقت سے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور ماتھے پر بھی ہاتھ رکھا۔ اور خاصی دیر شفقت فرماتے رہے۔ اسکے بعد یوں لگا جیسے وہ مسئلہ کبھی پیش آیا ہی نہ تھا مستغفر باللہ صاحب کے ہمراہ آپ کے آخری سفر کے

دوران حاضری کا موقع ملا۔ ہم دونوں گئے اور پندرہ بیس منٹ خاموش بیٹھے رہے۔ آپ استراحت فرما رہے۔ تھے طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ لیکن چہرے پر جو بشاشت اور زندگی کے آثار تھے۔ اس سے قطعاً اندازہ نہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ چراغ ہدایت آفتاب زیر بر قدم بننے والا ہے۔ ہم دونوں نے اجازت لی اور واپس آ گئے ابھی ہفتہ بھی نہ گذرا تھا۔ میں طبیعت کی خرابی کے ہاتھوں تین چار دن سے مسلسل گھر پر تھا۔ بارشوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ مستغفر باللہ صاحب وہ خبر لے کر آئے جسے سننے اور ماننے کی تاب قلب مضمحل میں نہ تھی۔ ان کے ساتھ اسلام آباد جانے کے لئے نکلا لیکن راستے ہی میں پتہ چلا کہ حضرت جیؒ کی روانگی رات ہی میں ہو گئی تھی۔ چکڑالہ جانے کی ہمت نہ تھی۔ لو بلڈ پریشر تھا گھر ہی پر رہنے پر مجبور تھا اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

آپ نے زندگی کو ایک نئے مفہوم اور نئے ذائقے سے آشنا فرمایا۔ کام میں وہ برکات نصیب ہوئیں کہ ۱۴ برس میں تصنیفات کی تعداد ۴۲ کے لگ بھگ پہنچ گئی تمام تر دوسری مصروفیات کے باوجود لکھنے پڑھنے کے کام ہوں یا زندگی کے دوسرے معاملات، آپ کی نظر اور توجہات کی برکات اثر پاتا ہوں اور بے اختیار زبان پر یہ شعر آجاتا ہے۔ ع

زندگی آپ کی عنایت ہے
ورنہ ہم لوگ مر گئے ہوتے

بقیہ باتیں انکی خوشبو خوشبو

زندہ انسان برزخ والوں کو دیکھ سکتا ہے انسان پر دنیوی زندگی میں جو حالات گزرتے ہیں برزخ میں روح کو خوب یاد ہوتے ہیں

فرمایا:۔

فرائض راس المال اور نوافل بمنزلہ منافع ہیں۔

جب تک قرب فرائض حاصل نہ ہو۔ قرب نوافل حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ فرائض بمنزلہ بنیاد کے ہیں۔

قرب الٰہی ادائے فرائض و نوافل پر موقوف ہے قرب الٰہی کسی منصب پر موقوف نہیں۔

ولی اللہ سے دشمنی اور بعض رکھنے میں سوءِ خاتمہ کا خطرہ ہے۔

جو ولی اللہ منصب محبوبیت پر فائز ہوتا ہے وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔

فرمایا:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، "خدا کے اچھے بندے وہ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے"

نورانیت کا معیار

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی

کائنات میں جتنی نورانیت ہے

جتنے نورانی معیار ہیں یہ سارے مستفاد ہیں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ تو گویا یہ کائنات آپ کی روح اطہر کی وسعتوں کو ملنے سے عاجز ہے لیکن یہ ساری وسعتیں کہاں ہیں ایک حسین سے خوبصورت سے سے ملکے پھلکے سے وجود اقدس میں صلی اللہ علیہ وسلم۔ کمال صنعت ہے میرے رب کریم کی کہ ان ساری عظمتوں کو جن کو ماپنے کا پیمانہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور عاجز آکر کہہ دیا ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ان کو ایک حسین سا مرکب خوبصورت سا وجود بنا کر اس میں متمکن کر دیا اس کا کام ہے جس نے کر دیا اور اس وجود اطہر کو فخر بنا دیا عالم بشریت کا انسان اسی لئے اشرف المخلوقات ہے اسے ساری تخلیق باری میں اس لئے شرف حاصل ہے کہ عالم انسانیت ہی کا ایک فرد ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انبیاء وصلحا اس کا ایک فرد ہیں۔

سو نبی کی ذات کے دو پہلو ہو گئے جب وہ متوجہ الی الخلق ہوتا ہے تو عالم بشریت میں آتا ہے ہم میں استعداد نہیں ہے کہ ہم نور سے بات کو اخذ کر سکیں اگر ہوتی فرشتوں سے بات سن لیتے جو ذاتی نور ہیں۔ انبیاء کی نسبت اگر عام بشر میں یہ قوت ہوتی تو کم از کم فرشتے سے بات کر لیتا اس سے پوچھ لیتا اس سے بھی نیچے آجائے جن و شیطان جو آگ سے ہیں۔ جسم لطیف رکھتے ہیں ان سے بھی بات نہیں کر سکتے نبی کی نورانیت کا کیا کہنا کہ ذات باری سے ہم کلام ہوتا ہے لیکن جب ہمیں اپنے کلام سے نوازتا ہے تو وہ اس کی بشریت ہوتی ہے جس تک ہماری رسائی ہو سکتی ہے نبی کی نورانیت تک ہماری رسائی نہیں ہے تو نہ نبی کے نور ہونے کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی بشریت سے مفر ہے اور بشریت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فخر بشریت ہے معیار بشریت ہے۔ انتہائے بشریت ہے۔ اور نورانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتہائے نورانیت ہے۔ جتنا کوئی مخلوق خالق سے اخذ کر سکتی ہے۔

بحوالہ ماخوذ از نور و بشر کی حقیقت۔

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوف ہے۔ نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے۔ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنیوالے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہوجائیگی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائیگی۔ نہ اسمیں کشف والہام کا صحیح ترنا لازمی ہے اور نہ وجدو تواجد اور رقص وسرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ساری خرافات' اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ ——— (ماخوذ دلائل السلوک ص۱۱ از حضرت مولانا اللہ یار خان رح)

تصانیف حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

تصوف

تعارف	۳/-
دلائل السلوک خاص ایڈیشن	۴۰/-
دلائل السلوک انگریزی ایڈیشن	۶۰/-
اسرار الحرمین	۱۵/-
علم و عرفان	۳/-
حقائق و کمالات علماء دیوبند	۷/-

حیات بعد الموت

سیف اویسیہ	۱۰/-
حیاتِ برزخیہ	۳۰/-
حیاتِ انبیاء	۱۵/-
حیات النبی مذہب اہل سنت کی نظر میں	۱۰/-

شیعیت کا تحقیقی مطالعہ

الدین الخالص	۲۵/-
ایمان بالقرآن	۲۰/-
تحذیر المسلمین	۲۵/-
آیات اربعہ	۵/-
تحقیق حلال و حرام	۵/-
حرمت ماتم	۵/-
ایجاد مذہب شیعہ	۵/-
شکست اعدائے حسین	۴/-
داماد علی	۲/۵۰
بنات رسول	۲/-
الجمال و الکمال	۵/-

تصانیف حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

اسرار التنزیل حصہ اوّل	۱۰/-
اسرار التنزیل " دوم	۱۰/-
اسرار التنزیل " سوم	۱۰/-
اسرار التنزیل " چہارم	۱۰/-
چار پارے مکمل و مجلد	۵۰/-
دیار حبیب میں چند روز	۵/-
ارشاد السالکین I	۴/۵۰
امیر معاویہ	۱۰/-
راہی کرب و بلا	۲/-
عصر حاضر کا امام	۱/-
ارشاد السالکین دوم	۲/-

تصانیف پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے اسلامیات و عربی

ذکر اللہ عربی	۳/-
لغزشیں	۱۰/-
اطمینانِ قلب	۱۵/-
تصوف و تعمیر سیرت	۱۰/-
کس لئے آئے تھے؟	۸/-
خدایا ایں کرم بار دگر کن	۱۰/-
بزم انجم	۲۰/-
دین و دانش	۱۰/-
کونوا عباد اللہ	۳/-
انوار التنزیل	۷/۵۰
مغالطے	۵/-

ماہنامہ **المرشد** چکوال

بیاد حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

اصلاح احوال و باطنی اصلاح

بدل اشتراک

سالانہ چندہ	۵۰/-
ششماہی	۳۰/-
فی پرچہ	۵/-
سعودی عرب، کویت، یمن، لنکا	۱۳۰/-
بھارت سالانہ چندہ	۱۳۰/-
متحدہ عرب امارات مسقط	۱۴۰/-
یورپ	۱۵۰/-
لیبیا	۱۶۰/-
امریکہ کینیڈا	۱۸۰/-

سول ایجنٹ

اویسیہ کتب خانہ

الوہاب مارکیٹ

اردو بازار، لاہور

ملنے کا پتہ: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔
9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔
آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255